بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اسلام کا نظریۂ خلافت

مرتبہ

محمد صدیق میمن



شائع کردہ

مسلم کتاب گھر

C-1385 بھنگوریہ ٹاؤن، عزیز آباد کراچی

قیمت ۱۵ روپے

Scanned with CamScanner

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

اسلام کا نظریۂ خلافت

مرتبہ

محمد صدیق میمن

جُملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ھیں۔

سالِ اشاعت . . . . ۱۴۱۷ھ مطابق ۱۹۹۷ء

تعداد . . . . ایک ہزار

کمپیوٹر . . . . محمد فیصل ولد رفیق الرحمٰن

عربی کتابت . . . . عبدالحفیظ

ناشر . . . . محمد اکرم میمن

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

فہرست

Scanned with CamScanner

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اسلام کا نظریۂ خلافت

خلافت کے معنی خلافت کا مادہ خَلۡفٌ ہے جس کے معنی "پیچھے" کے ہوتے ہیں' یہ اقدام کی ضد ہے۔ مثلاً

یَعۡلَمُ مَا بَیۡنَ اَیۡدِیۡهِمۡ وَمَا خَلۡفَهُمۡ (البقرۃ - ۲۵۵)	جو کچھ اُن کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہو رہا ہے' اس کو سب معلوم ہے۔
لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنۡۢ بَیۡنِ یَدَیۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ (الرّعد - ۱۱)	اس کے آگے اور پیچھے اللہ کے چوکیدار ہیں۔
فَالۡیَوۡمَ نُنَجِّیۡكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوۡنَ لِمَنۡ خَلۡفَكَ اٰیَةً (یونس - ۹۲)	(اے فرعون!) آج ہم تیرے بدن کو (دریا سے) نکال لیں گے تاکہ تو اپنے پچھلوں (یعنی بعد میں آنے والوں) کے لئے عبرت بنے۔

خَلَفَ کے معنی پیچھے رہ جانے یا کسی کا جانشین ہونے کے ہیں۔ یہ تَقَدَّمَ اور سَلَفَ ____ کی ضد ہے۔ جو مرتبہ میں گرا ہوا ہو' اسے بھی خَلۡفٌ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر ردّی چیز کو خَلۡفٌ کہا جاتا ہے' اور خَلۡفٌ کے معنی متأخر اور جانشین کے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً

فَخَلَفَ مِنۡۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ (الاعراف - ۱۶۹)	ان کے بعد ناخلف (یعنی اللہ کی اطاعت نہ کرنے والے) لوگ ان کے جانشین ہوئے۔

عربی زبان کی ضرب المثل ہے:

سَكَتَ اَلۡفًا وَّنَطَقَ خَلۡفًا (مُفردات القرآن)	یعنی وہ ہزار بار خاموش رہا مگر جب بولا تو بے ہودہ بات (اس کے منہ سے نکلی)۔

تَخَلَّفَ فُلَانٌ عَنۡ فُلَانٍ یعنی کسی کے پیچھے رہ جانا یا کسی کا جانشین ہونا۔ اس کا مصدر

Scanned with CamScanner

خِلَافَةٌ ہے جس کے معنی جانشینی کے ہیں' مگر خَلْفٌ سے خَلَافَةٌ کے معنی کم عقل ہونے کے ہیں' اسی لئے کم عقل کو خَالِفٌ کہا جاتا ہے' اور کبھی خَلْفٌ سے ناخلف بھی مراد ہوتا ہے۔ مثلاً

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلٰوةَ (مریم - ۵۹)

پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا۔

خِلْفَةً کے معنی ایک دوسرے کے بعد آنا' قائم مقام ہونا۔ مثلاً

هُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً (الفرقان - ۶۲)

اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے والا بنایا (یعنی ایک دوسرے کا قائم مقام یا جانشین بنایا)۔

وَلَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰٓئِكَةً فِي الْأَرْضِ يَخْلُفُونَ ۝ (الزخرف - ۶۰)

اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو زمین میں تمہارے جانشین ہوتے۔

اَلْخِلَافَةُ کے معنی دوسرے کا نائب بننے کے ہیں خواہ وہ نیابت اس کی غیر حاضری کی وجہ سے ہو' موت کے سبب سے ہو' اس کے عجز کے سبب سے ہو یا محض نائب کو شرف بخشنے کی غرض سے ہو۔

اس آخری معنی کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے انسان کو خلافتِ ارضی کا شرف عطاء فرمایا۔

خلافتِ ارضی | قرآن مجید میں جہاں خلافت کا لفظ آیا ہے' وہ مخلوق کی جانشینی کے لئے ہے نہ کہ اللہ تعالیٰ کی جانشینی کے لئے کیوں کہ انسان ہمیشہ انسان کا جانشین ہوتا ہے۔ خلافت ایک شرف اور بزرگی ہے جو انسان کو اختیار کے ساتھ عطاء کی گئی ہے مگر اس اختیار پر تقدیر کی بندش کردی گئی ہے۔ اصل اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے کہ وہ جس قوم کو چاہے زمین کا وارث بنادے اور جس کو چاہے اقتدار عطاء فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو یہ اقتدار بطور امانت اور بغرض آزمائش ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ إِنِّي

اور (اے رسول! وہ وقت یاد کیجئے)

جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ، قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ ، وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ، قَالَ اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○
(البقرۃ ۔ ۳۰)

جب آپ کے رب نے فرشتوں سے فرمایا: "میں زمین میں ایک خلیفہ بنانے والا ہوں۔" فرشتوں نے عرض کیا: " (اے اللہ! کیا تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا رہا ہے (جس کی نسل) زمین میں فساد برپا کرے اور خون ریزی کرے؟ (خلیفہ بنائے جانے کے تو ہم مستحق ہیں' اس لئے کہ) ہم تیری حمد کے ساتھ تسبیح و تقدیس کرتے رہتے ہیں'(فساد و خون ریزی سے بالکل مبّرا ہیں)"۔ اللہ (تعالیٰ) نے فرمایا: " میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے (میں اس کی حکمت سے واقف ہوں' تمہیں اس کا علم نہیں دیا گیا)"۔

اللہ تعالیٰ نے جب انسان کو پیدا کیا تو یہ فیصلہ بھی فرمایا کہ وہ ایک بااختیار مخلوق کی حیثیت سے زمین پر آباد کیا جائے گا۔ فرشتوں کو کسی وجہ سے یہ اندیشہ ہوا کہ اختیار پاکر انسان بگڑ نہ جائے اور زمین میں فساد و خون ریزی کرے۔ فرشتوں کا یہ اندیشہ غلط نہ تھا۔ ظاہر ہے' اللہ تعالیٰ کو بھی اس کا پورا علم تھا' مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ تھی کہ انسانوں میں اگر بہت سے لوگ اختیار اور آزادی پاکر بگڑیں گے تو ایک قلیل تعداد ان لوگوں کی بھی ہوگی جو آزادی اور اختیار پانے کے باوجود اپنی حیثیت کو اور اپنے خالق کے مقام کو پہچانیں گے اور کسی نفسیات و خارجی دباؤ کے بغیر خود اپنے ارادہ اور اختیار سے تسلیم و اطاعت کا طریقہ اختیار کریں گے۔ یہ دوسری قسم کے لوگ نسبتاً بہت کم ہونگے مگر وہ فصل کے دانوں کی طرح قیمتی ہوں گے۔

آزادی کی آزمائش

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ

اور وہ (اللہ) ہی ہے جس نے زمین میں تمہیں خلیفہ بنایا اور تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی تا کہ وہ خلافت جو

Scanned with CamScanner

مَآ اٰتٰىكُمْ ، اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ، وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○
(الانعام - ١٦٦)

اس نے تمہیں دی ہے' اس میں تمہاری آزمائش کرے (کہ تم میں سے کون اللہ کی مرضی کے مطابق چلتا ہے اور کون نہیں چلتا' کون عدل و انصاف سے کام لیتا ہے اور کون نہیں لیتا' اور اے رسول! یہ لوگ اللہ کی مرضی کے مطابق نہیں چلتے تو پھر) بے شک آپ کا رب بہت جلد حساب لینے والا ہے اور (اگر یہ باز آگئے تو) وہ اتنا مہربان ہے کہ (ان کے گناہوں کو نظر انداز کر دے اور) ان کو بخش دے۔

یہ کائنات اپنے تمام وسائل کے ساتھ طوعاً و کرہاً اللہ تعالیٰ کی رضاء اور اطاعت پر قائم ہے' پھر انسان اس کے سوا کوئی دوسرا طریقہ کیسے اختیار کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ سے بغاوت اور سرکشی کا طریقہ اختیار کرنا کسی انسان کے لئے کامیابی کا سبب کس طرح بن سکتا ہے؟ انسان کو چاہئے کہ اس معاملے میں وہ اس طرح سنجیدہ ہو جائے' جس طرح دنیا میں کوئی مسئلہ کسی کا ذاتی مسئلہ ہوتا ہے تو وہ اس میں آخری حد تک سنجیدہ ہو جاتا ہے۔

دنیا میں انسان کی سرکشی کی اکثر وجہ یہی ہوتی ہے کہ وہ دنیا کی چیزوں کو اپنے حق میں اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھ لیتا ہے' حالانکہ دنیا میں جو کچھ اس کو ملتا ہے' وہ صرف بطور آزمائش ہوتا ہے' نہ کہ بطور انعام۔ دنیا کی چیزوں کو انسان بطور انعام سمجھے تو اس کے اندر فخر پیدا ہوگا اور اگر وہ ان کو آزمائش سمجھے تو اس کے اندر عجز پیدا ہوگا۔ فخر کی نفسیات ضد پیدا کرتی ہے اور عجز کی نفسیات اطاعت۔

کفر کی گردش

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ، فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ كُفْرُهٗ ، وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ،

وہ (اللہ) ہی ہے جس نے تم کو زمین میں (اگلے لوگوں کی جگہ) خلیفہ بنایا' تو جو شخص کفر اختیار کرے گا تو اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور کافروں کا کفران کے

وَلَا يَزِيْدُ الْكٰفِرِيْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا ۝ (الفاطر - ۳۹)

رب کے ہاں کسی چیز میں اضافہ نہیں کرتا سوائے ناراضگی کے، اور کافروں کے کفر سے کسی چیز میں اضافہ نہیں ہوتا سوائے نقصان کے۔

کفر کے اصل معنی کسی چیز کو چھپانے کے ہیں، اسی لئے رات کو کافر کہا جاتا ہے کہ وہ تمام چیزوں کو چھپالیتی ہے۔ اسی طرح کاشتکار زمین کے اندر بیج کو چھپاتا ہے، اسی لئے اس کو بھی کافر کہا جاتا ہے، اسی لحاظ سے کفر کے معنی اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناشکری کر کے اس کی قدر دانی کو چھپالینے کے ہیں، گویا شکر اور قدر دانی سے انکار کردیا گیا۔ اسی لئے کفر کا لفظ اکثر کفرانِ نعمت کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ مثلاً

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنَ (البقرۃ - ۱۵۲)

میرا احسان مانتے رہنا اور (میری) ناشکری نہ کرنا۔

وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (الشعرآء - ۱۹)

(فرعون نے موسیٰ سے کہا:) اور تم نے جو کیا سو کیا اور تم ناشکروں میں سے ہو (یعنی احسان فراموش ہو)

اس آیت سے کفر کے معنی کفرانِ نعمت یعنی احسان فراموشی ثابت ہوئے کیوں کہ موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کو فرعون نے پالا تھا، اسی لئے اس نے ان کو یہ طعنہ دیا۔

وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ (النور - ۵۵)

اور جو اس کے بعد کفر کرے تو ایسے ہی لوگ فاسق و بدکار (یعنی اللہ تعالیٰ کی شرعی حدود سے باہر نکلنے والے) ہیں۔

مَنْ كَفَرَ سے مراد شریعت یا حقوقِ الٰہی کو چھپانے یا اس کو نظرانداز کرنے والے لوگ ہیں، پھر جس طرح ہر شرعی عمل سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے، اسی طرح ہر برے کام سے کفر میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ اسی لئے ناشکرا انسان احسان فراموش اور فاسق ہوتا ہے جو یقیناً کفر کا مرتکب ہے۔ مثلاً

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ

بے شک جو لوگ ایمان لائے پھر انہوں نے کفر کیا، پھر ایمان لائے پھر کفر کیا اور کفر میں بہت آگے نکل گئے، تو اللہ ایسے لوگوں کو ہرگز نہیں بخشے گا اور نہ انہیں

سَبِیۡلًا ؁ (النساء - ۱۳۷) سیدھے راستہ پر چلا کر منزل مقصود تک پہنچائے گا۔

جو لوگ بار بار ایمان لاتے ہیں اور بار بار کفرانِ نعمت کرتے ہیں وہ گویا بے عملی کا رویہ اختیار کرتے ہیں اور فاسق ہو جاتے ہیں' خواہ ان کا اعتقاد تبدیل ہو یا نہ ہو' اللہ تعالیٰ ان کو منزل مقصود تک نہیں پہنچائے گا۔

وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ كَفُوۡرًا ؁ (بنی اسرائیل - ۶۸) اور انسان تو ناشکرا ہے۔

اس آیت میں متنبہ کیا گیا ہے کہ شکر گزاری سے غفلت برتنا انسان کی خصلت ہے اور اللہ تعالیٰ کو انسان سے جو چیز مطلوب ہے وہ یہی اعترافِ نعمت یا شکر گزاری ہے مگر انسان کا حال یہ ہے کہ وہ اعتراف کے بقدر بھی اللہ تعالیٰ کا حق دینے کے لئے تیار نہیں ہوتا' بلکہ اس پر طُرّا یہ جمایا کہ شکر گزاری اور قدر دانی کے لئے کچھ اور مرکز بنالئے۔ اس اعتبار سے توحید کی اصل حقیقت اعتراف یا شکر گزاری ہے اور شرک کی اصل حقیقت عدم اعتراف یا انکار۔

وَكَانَ الشَّيۡطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوۡرًا ؁ (بنی اسرائیل - ۲۸) اور شیطان تو اپنے ربّ کی (نعمتوں کی) ناشکری کرنے والا ہے۔

ناشکری دراصل شیطان کی فطرت ہے' اسی وجہ سے اس میں عجز کا فُقدان ہے اور احساسِ برتری میں مبتلا ہوکر وہ کافر ٹھہرا۔ وہ انسان کو بہکاتا ہے کہ وہ بھی اپنے ربّ کی شکرگزاری سے غفلت برتے تاکہ وہ بھی اسکے جیسا ہوجائے۔

اِنَّا هَدَيۡنٰهُ السَّبِيۡلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوۡرًا ؁ (الدھر - ۳) ہم نے (انسان) کو راہ دکھادی' اب چاہے تو وہ شکر کرنے والا بنے اور چاہے تو وہ انکار کرنے والا بنے۔

دنیا میں انسان کو آزادی اور اختیار دے کر بھیجا گیا ہے' پھر اس کو راہ دکھا دی گئی کہ وہ شکرگزاری کا رویہ اختیار کرے۔ اب جو شخص اپنے اختیار سے ناشکری کا رویہ اختیار کرے گا' وہ یقیناً شیطان کے نقشِ قدم پر گامزن ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ایک قوم کو زمین میں بسنے اور عمل کرنے کا موقعہ دیتا ہے۔ زیر مطالعہ آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "تم کو زمین میں (اگلے انسانوں کی جگہ) خلیفہ بنایا"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگلی قوموں نے میری نعمتوں کی ناشکری کی' انہوں نے میرے حقوق میں دوسروں کو شریک کرلیا' اس بنا پر اب میں ان کی جگہ تم کو خلیفہ

بتا رہا ہوں۔ دیکھو، مجھے ناراض نہ کرنا، کفر کی گردش میں پھنس نہ جانا ورنہ نقصان میں رہو گے۔

قانونِ مکافات

ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم!

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّا اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ۚ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۚ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ۝

(ھود - ۵۷)

اگر پھر بھی تم (میری نصیحت سے) منہ موڑو (تو میری ذمہ داری ختم ہوگئی) مجھے جو پیغام دے کر تمہارے پاس بھیجا گیا ہے، وہ پیغام میں نے تم کو (کم وکاست) پہنچادیا ہے، (بس اب یہی ہوگا کہ) میرا ربّ (تم کو ہلاک کرکے) تمہارے علاوہ کسی دوسری قوم کو (زمین میں) تمہارا جانشین (خلیفہ) بنائے گا اور تم میرے ربّ کا کچھ نہ بگاڑ سکو گے، بے شک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے۔

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے پیغام اور نصیحت کو نظر انداز کو دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ بھی ان سے منہ موڑ لیتا ہے، پھر دوسری قوم کی طرف خلافت کو منتقل کردیتا ہے۔ اس طرح انسانی تاریخ دوہرائی جاتی ہے اور زمانہ کے بعد انسانوں کی ایک قلیل تعداد خلافت کی مستحق ٹھہرتی ہے اور اکثریت کو "صفحۂ ہستی سے مٹادیا جاتا ہے۔

موجودہ دنیا کا نظام کچھ اس طرح بنا ہوا ہے کہ یہاں ہر شخص ہمیشہ خیر و شر کے درمیان ادھر سے ادھر ہوتا رہتا ہے۔ اس کو آزادی ہوتی ہے کہ دونوں میں سے جس طرف چاہے اپنی راہ بنائے۔ اکثریت پر شر کا غلبہ ہوتا ہے۔ خیر کی جانب صرف نظری دلائل کا غلبہ ہوتا ہے جب کہ شر کی جانب مادی طاقت کا زور ہوتا ہے، وہ بھی اتنی بڑی مقدار میں کہ اس کے علمبردار سرکشی اور گھمنڈ میں مبتلا ہو کر ماحول کے اندر دباؤ کی ایسی فضاء تیار کرتے ہیں کہ عام آدمی حق کی جانب بڑھنے کی جراءت ہی نہیں کرپاتا، بلکہ اس کو حق کی جانب پہنچنے ہی نہیں دیا جاتا۔ اگر کوئی حق کی جانب پہنچ بھی جائے تو اس کو پھر گمراہ کردیا جاتا ہے، پھر وہ حق کو گمراہی اور گمراہی کو حق ماننے لگتا ہے۔ یہی آزمائش کی وہ گردش ہے جس میں مکافات عمل کے فطری قانون کے تحت ایک قلیل تعداد کے علاوہ سب عذاب الٰہی کی چکی میں پس جاتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

دعوت کی بنیاد

جب ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے کہا:

وَاذْكُرُوٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِى الْخَلْقِ بَصْطَةً فَاذْكُرُوٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (ھود - ٦٩)

وہ وقت یاد کرو، جب اللہ نے قومِ نوح کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا اور قدوقامت میں تمہیں زیادتی بخشی، تو (اب تمہیں چاہیئے کہ) اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو (یعنی اس کے احسانات کا شکر ادا کرو) تاکہ تم فلاح پاؤ۔

نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی کشتی میں جو اہلِ ایمان بچے تھے، ان کی اولاد میں سے ایک نسل چلی، وہ یمن میں آباد تھی اور قومِ عاد کہلاتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس زمین کا وارث اور جانشین بنادیا۔ یہ لوگ ابتداء میں دینِ اسلام پر قائم رہے لیکن بعد میں جب ان میں بگاڑ پیدا ہوگیا تو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو نبی بنا کر کھڑا کیا۔

انبیاء علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی دعوت کی بنیاد ہمیشہ یہ رہی ہے کہ وہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلائیں اور ان کو اس بات سے ڈرائیں کہ اگر وہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بن کر نہ رہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے قانونِ مُکافاتِ عمل کے تحت اس کی پکڑ میں آجائیں گے۔

دلیل کی عظمت

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ○

(یونس - ٧٣)

کافروں نے (یعنی ہماری قدر دانی کا حق دوسروں کو دینے والے لوگوں نے) جب نوح کو جھٹلایا تو ہم نے ان کو اور ان (مؤمنین) کو جو ان کے ساتھ کشتی میں سوار تھے، نجات دی اور انہیں (زمین کا وارث اور) خلیفہ بنادیا، اور جنھوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا (یعنی جنھوں نے حق کا اعتراف نہیں کیا تھا)، غرق کردیا، تو (اے رسول!) آپ دیکھئے کہ جو لوگ ڈرائے گئے تھے (پھر اپنی سرکشی

سے باز نہ آئے تو) ان کا انجام کیسا ہوا؟

جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کی دعوت لے کر اٹھتا ہے' وہ ہمیشہ دلیل کے زور پر اُٹھتا ہے۔ دلیل چونکہ ایک ذہنی چیز ہوتی ہے' اس لئے ظاہر پسند انسان اس کی عظمت کو نہیں سمجھ پاتا۔ وہ ذہنی طور پر لاجواب ہو جانے کے باوجود' اس کے سامنے جُھکنے سے انکار کردیتا ہے۔ نوح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اتمامِ حجّت کی حد تک حق کا پیغام پہنچادیا' پھر بھی ان کی قوم جب سرکشی پر قائم رہی تو ان کو سیلاب میں غرق کرکے زمین خالی کرالی گئی اور مسلمین کو موقع دیا کہ وہ اس زمین کے وارث بن کر اس پر آباد ہوں۔

اس کو قرآن مجید کی اصطلاح میں خلافت کہا جاتا ہے۔

امتحان کی مہلت

صالح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اپنی قوم سے کہا:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاۗءَ مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ سُهُوْلِهَا قُصُوْرًا وَّتَنْحِتُوْنَ الْجِبَالَ بُيُوْتًا ۚ فَاذْكُرُوْٓا اٰلَاۗءَ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ۝ (الاعراف۔ ۷۴)

اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو' اس نے قوم عاد کے بعد تمہیں خلیفہ بنایا' تمہیں زمین میں آباد کیا' تم زمین پر محل بناتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر مکان بناتے ہو۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو اور زمین میں فساد مچاتے مت پھرو۔

قوم عاد کی تباہی کے بعد اس کے بچے ہوئے قلیل افراد عرب کے شمال مغرب میں حجر کے علاقے میں آباد ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں زمین کا وارث بنادیا اور خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ ان کی نسل بڑھی اور انہوں نے زراعت اور تعمیرات میں بڑی ترقی کی۔ بعد میں ان میں وہ خرابیاں پیدا ہوگئیں جو مادی ترقی اور دنیوی خوشحالی کے ساتھ قوموں میں پیدا ہو جایا کرتی ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے صالح علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو نبی بنا کر کھڑا کیا' تاکہ وہ ان کو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے ڈرائیں' مگر وہ اپنے فساد کو صلاح میں بدلنے پر راضی نہیں ہوئے۔ جس کائنات میں تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی تابع بن کر رہ رہی ہیں' وہاں انہوں نے اللہ کا سرکش بن کر رہنا چاہا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی شکر گزاری اور قدر دانی میں دوسروں کو شریک کرتے تھے۔

ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو اس کا جانشین بنانے کا مطلب' ایک کے بعد دوسری

قوم کو موقعہ دیتا ہے، ایک قوم کے بعد دوسری قوم کو امتحان کے میدان میں کھڑا کرتا ہے۔ ہر قوم کو فکر و عمل کے لئے ایک مہلت، دی جاتی ہے، یہی اس قوم کے لئے آزمائش کا دور ہوتا ہے۔ جب اس قوم کے امتحان کی مہلت ختم ہوجاتی ہے تو اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹادیا جاتا ہے۔ تاریخی اعتبار سے ہر قوم کی عمر زیادہ سے زیادہ آٹھ سو سال ہوتی ہے، اس کے بعد قانونِ مُکافاتِ عمل کے تحت تاریخ کو دوہرایا جاتا ہے۔

اللہ کا داعی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ، كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِى الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ۝

(یونس - ۱۳ - ۱۴)

اور (اے لوگوں!) تم سے پہلے ہم نے بہت سی قوموں کو محض اس لئے ہلاک کردیا کہ وہ ظلم اور زیادتی کرتے تھے۔ ان کے پاس ہمارے رسول کھلی نشانیاں (دلائل) لے کر آئے تھے، لیکن وہ ایمان نہیں لائے، (اپنی سرکشی اور جرائم پر اڑے رہے تو ہم نے ان کو ہلاک کردیا اور) مجرم لوگوں کو ہم اسی طرح سزا دیتے ہیں، پھر ہم نے تم کو ان لوگوں کے بعد خلیفہ بنایا ہے تاکہ ہم دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو؟ (اگر تمہارے عمل بھی ان ہی جیسے رہے تو تم بھی اسی طرح ہلاک کردئے جاؤ گے)۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا داعی ہمیشہ دلائل کی بنیاد پر اُٹھتا ہے۔ لوگوں کو اسے دلائل کی سطح پر پہچاننا پڑتا ہے۔ جو لوگ ظاہری عظمتوں میں اللہ کے داعی کو پانا چاہیں تو وہ کبھی اس کو وہاں نہیں پائیں گے کیوں کہ اللہ کا داعی وہاں موجود نہیں ہوتا۔ نبی معجزہ دکھاتا ہے مگر وہ عموماً اتمامِ حجّت کے طور پر ہوتا ہے۔ دعوتی مرحلہ میں سارا کام دلائل کی بنیاد پر ہی ہوتا ہے۔

کسی شخص یا گروہ کا ظالم ہونا یہ ہے کہ وہ دلیل کے روپ میں ظاہر ہونے والی اللہ کی دعوت کو نہ پہچانے اور خود ساختہ معیار پر نہ پانے کی وجہ سے اس کا انکار کردے۔ ماضی کی جن قوموں پر انکارِ نبوت کے جرم میں اللہ تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا تو وہ

سرے سے نبوت کی منکر نہ تھیں۔ تمام قومیں کسی نہ کسی سابق نبی یا رسول کو مانتی تھیں، البتہ انہوں نے اپنے وقت کے نبی کو ماننے سے انکار کردیا تھا۔ وہ گزرے ہوئے نبی کو اس لئے مانتے تھے کہ وہ نسلوں کی روایات کے نتیجہ میں ان کا قومی ہیرو بن چکا تھا۔ انہوں نے اپنے قومی ہیرو کو مانا جو اب ان کے فرضی عقیدہ کے مطابق ان کے لئے حاجت رواء اور مشکل کشاء کا مقام حاصل کرچکا تھا مگر اس نبی کا انکار کردیا جو اللہ کا داعی تھا اور جس کو صرف دلائل کے ذریعہ پہچانا جاسکتا تھا۔ یہ روایتی اور تقلیدی جرم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اتنا شدید تھا کہ وہ نبی کے منکر قرار دے کر ہلاک کردئے گئے۔

حقیقت کا اعتراف

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ ○ (صٓ - ۲۶)

اے داؤد! ہم نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا ہے (یعنی تم کو اقتدار بطور امانت اور بغرض آزمائش دیا ہے) سو تم لوگوں میں حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کیا کرو اور اپنی خواہشات کی پیروی نہ کرنا۔ خواہشات کی پیروی تم کو اللہ تعالیٰ کے راستے سے بھٹکا دے گی۔ بے شک جو لوگ اللہ کے راستے سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لئے شدید عذاب ہے، اس لئے کہ وہ آخرت کے دن کو بھول گئے ہیں۔

ایک حاکم یا مقتدر ہمیشہ دو چیزوں کے درمیان ہوتا ہے، یا تو وہ مقدمہ کا فیصلہ اپنی چاہت کے مطابق کرے گا یا دینِ حق کے مطابق۔ جو حاکم یا منصف مقدمہ کا فیصلہ اپنی چاہ اور خواہش کے مطابق کرے گا، وہ راہِ راست سے یقیناً بھٹک جائے گا۔

یہ ہدایت جس طرح ایک حاکم اور منصف کے لئے ہے، اسی طرح عام انسانوں کے لئے بھی ہے۔ ہر آدمی کو اپنے دائرۂ اختیار میں وہی کرنا ہے جو اس آیت میں بااختیار حاکم کے لئے بتایا گیا ہے۔

اس دنیا میں ہر شخص اپنے دائرۂ امتحان میں آزاد اور خود مختار ہے۔ لوگوں میں سے کوئی شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے سامنے ہونے والی حقیقت کا اعتراف کرتا ہے، اپنے

Scanned with CamScanner

اختیار سے اپنے آپ کو سچائی اور انصاف کا پابند بناتا ہے۔ اس کے مقابلے میں دوسرا شخص وہ ہوتا ہے جو اپنے سامنے ہونے والی حقیقت کا اعتراف نہیں کرتا بلکہ اس کو بودے دلائل سے ٹھکرا دیتا ہے اور بے قید ہو کر جو چاہے کرتا ہے اور جس طرح چاہے برتتا ہے۔ عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی کہ جب یہاں دو قسم کے انسان ہیں تو ان کا انجام یکساں ہو کر رہ جائے۔

اللہ کا وعدہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۚ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَيْئًا ۚ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

(النور ۔ ۵۵)

اور (اے لوگو!) تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، اللہ کا ان سے وعدہ ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلافت (و اقتدار) عطاء فرمائے گا، جس طرح ان سے پہلے (صالح مومنین) کو عطاء فرمائی تھی اور ان کے دین کو، جسے اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے، ان کے لئے مستحکم (و مضبوط) کردے گا اور ان کے لئے (موجودہ) خوف (و ہراس کو ختم کرنے) کے بعد (اس کے) بدلے میں انہیں امن (و سکون) عطاء فرمائے گا۔ (وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ صرف) میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے اور جو (خلافت کی) اس (نعمت کے مل جانے) کے بعد بھی کفر (یعنی ناشکری) کریں تو ایسے ہی لوگ فاسق ہوں گے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمین کے ابتدائی دور میں بہت ہی خوف و ہراس پھیلا ہوا تھا۔ امن و سکون کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ مکی دور کا حال یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھنا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ مثلاً

حضرت عروہؓ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمروؓ بن عاصؓ سے کہا: "سب سے زیادہ تکلیف جو مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائی، وہ مجھ سے بیان کیجئے؟ انہوں نے کہا: ایک بار ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبے کے صحن میں نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں عقبہ بن معیط آیا، اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کندھا پکڑا اور اپنا کپڑا آپ کی گردن میں لپیٹ کر بہت سختی کے ساتھ آپ کا گلا گھونٹا۔ اتفاق سے ابوبکر صدیقؓ وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے عقبہ کا کندھا پکڑا اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے دھکیل دیا اور کہنے لگے: "تم ایک شخص کو صرف یہ بات کہنے پر قتل کر رہے ہو کہ میرا ربّ اللہ ہے، حالانکہ وہ تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس کھلی نشانیاں لے کر آیا ہے۔" (صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ مؤمن)۔

حضرت خبابؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر پر تکیہ لگائے ہوئے کعبہ کے سایہ میں بیٹھے تھے۔ ہم نے آپ سے (کافروں کی ایذادہی کا) شکوہ کیا۔ ہم نے کہا: "آپ ہمارے لئے اللہ سے مدد کیوں نہیں مانگتے؟ آپ ہمارے لئے دعاء کیوں نہیں کرتے؟" آپ نے فرمایا: "تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان میں سے کسی کے لئے زمین میں گڑھا کھودا جاتا، پھر گڑھے میں اس کو گاڑ کر آرا لاتے، آرے کو اس کے سر پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیتے، وہ (مؤمن) اپنے دین سے نہ پھرتا اور لوہے کی کنگیاں اس کی ہڈیوں اور پٹھوں تک چلائی جاتی پھر بھی وہ اپنے دین سے نہ پھرتا۔ اللہ کی قسم! اللہ اس دین کو ضرور پورا کرے گا۔ ایک شخص سوار ہو کر صنعاء سے حضر موت تک چلا جائے گا اور اس کو اللہ کے سوا کسی کا ڈر نہیں ہوگا..... لیکن تم لوگ جلدی کرتے ہو۔" (صحیح بخاری کتاب بداء الخلق)

مکّہ کے اس پُر آشوب اور پر ملال دور میں جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی جان کا کھٹکا لگا ہوا تھا وہاں ان کو اتنا اطمینان اور یقینِ محکم تھا کہ امن اور سلامتی کا دور ضرور آئے گا اور ایک اکیلا شخص صنعاء سے حضر موت تک سفر کو چلا جائے گا اور اس کو اپنی جان و مال کا کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا، گویا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلافت و اقتدار عطاء کرنے کا وعدہ کرلیا تھا۔

اب ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ ایفاء کرنے کے لئے کیا حکمتِ عملی اختیار کی؟ ورنہ صحابہ ء کرامؓ تو اس قسم کے پُر خطر حالات میں گھرے ہوئے تھے کہ ان

Scanned with CamScanner

پر اپنی جانیں بھاری ہو رہی تھیں۔

ایفائے عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "دنیا میٹھی سبزی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس میں تم کو خلیفہ بنانے والا ہے۔ پھر دیکھے گا کہ تم کیسے عمل کرتے ہو۔ دنیا سے بچو اور عورتوں سے بچتے رہو کیوں کہ بنی اسرائیل کا سب سے پہلا فتنہ عورتوں ہی سے شروع ہوا تھا۔" (صحیح مسلم، کتاب الرقاق)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِي الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (الانفال - ۲۶)

اور اے ایمان والو! جب تم قلیل تھے، ملک میں ضعیف سمجھے جاتے تھے، ڈرتے رہتے تھے کہ کہیں اُچک لئے نہ جاؤ، پھر اللہ نے تم کو جگہ دی، اپنی مدد سے تم کو قوت عطاء فرمائی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ (گزشتہ اور موجودہ حالتوں کا جائزہ لے کر) تم اللہ کا شکر ادا کرو۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ (آل عمران - ۱۲۳)

اور (اے ایمان والو!) اللہ نے تمہاری مدد (جنگِ) بدر میں بھی کی تھی جب کہ تم انتہائی بے سرو سامان تھے (تو کیا اس جنگِ احد میں تمہاری مدد نہ کرتا؟) اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ اس کی شکر گزاری کر سکو۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْٓ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۗ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ (الانفال - ۴۴)

اور (اے ایمان والو!) جب (جنگ بدر میں) تم ایک دوسرے کے مقابل آگئے تو اللہ نے کافروں کو تمہاری نگاہ میں کم کرکے دکھایا اور ان کی نگاہ میں تم کو کم کرکے دکھایا تاکہ (ہر فریق لڑائی میں کود پڑے اور جنگ سے پہلو تہی کرنے کا ذرا سا بھی خیال دل میں نہ لائے اور) اللہ

کو جو کام کرنا تھا اسے کر ڈالے اور (اللہ جس کام کا فیصلہ کرتا ہے اسے کر گزرتا ہے)، تمام کام اسی کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

وَيُرِيدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ۝
(الانفال ـ ٧، ٨)

اللہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعہ حق کو قائم کرے اور (کافروں کی فوج سے ایمان والوں کی مُٹھ بھیڑ کرا کے) کافروں کی جڑ کاٹ دے تاکہ حق کو ثابت و مستحکم کر دے اور باطل کو نیست و نابود کر دے۔

..... يَرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ، وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ، اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ۝
(آل عمران ـ ١٣)

....(جب جنگ شروع ہو گئی تو) کافروں کی نگاہ میں ایمان والے دو چند نظر آنے لگے (اس طرح اللہ نے کافروں کو مرعوب کر کے ایک قسم کی نُصرت عطاء فرمائی) اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی نصرت سے قوت عطاء فرماتا ہے۔

وَاِذْ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَكُمُ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَاِنِّيْ جَارٌ لَّكُمْ، فَلَمَّا تَرَآءَتِ الْفِئَتٰنِ نَكَصَ عَلٰى عَقِبَيْهِ وَقَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكُمْ اِنِّيْٓ اَرٰى مَا لَا تَرَوْنَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ، وَاللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝
(الانفال ـ ٤٨)

اور (اے ایمان والو! وہ وقت یاد کرو) جب شیطان نے کافروں کی تدبیروں کو کافروں کے لئے مزیّن کر دیا (پھر ان سے کہا:) "آج انسانوں میں کوئی (جماعت ایسی) نہیں جو تم پر غالب آسکے۔ مزید برآں، میں تمہارے ساتھ ہوں (پھر ڈرنے کی کیا بات ہے؟)" لیکن جب دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل (صف آرا) ہو گئیں تو اُلٹے پاؤں واپس چلا گیا اور کہنے لگا: "میں تم سے بری (الذّمہ) ہوں، میں ایسے لوگوں کو دیکھ

رہا ہوں جو تم کو نظر نہیں آتے' میں اللہ سے ڈرتا ہوں کیوں کہ اللہ بہت سخت سزا دینے والا ہے۔"

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِينَ ۝

(الانفال - ۹)

(اور اے ایمان والو!) جب تم اپنے رب سے مدد کے لئے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری دعاء قبول کرلی (اور تمہیں خوشخبری سنائی) کہ بے شک میں تمہیں ایک ہزار فرشتوں سے مدد دوں گا جو لگاتار ایک دوسرے کے پیچھے آتے رہیں گے۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ، وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى، وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلَآءً حَسَنًا، إِنَّ اللّٰهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝

(الانفال - ۱۷)

(اے ایمان والو! بدر کے میدان میں) تم نے ان (کافروں) کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے قتل کیا اور (اے رسول!) جب آپ نے (ان کی طرف سنگریزے) پھینکے تو آپ نے نہیں پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے تھے اور (اے ایمان والو! اللہ کافروں کو بغیر جنگ کے بھی تباہ کرسکتا تھا لیکن اس نے یہ سب کچھ اس لئے کیا کہ) اللہ مومنین کو اچھی طرح آزمائے (کہ کون جان کی قربانی دینے کے لئے تیار ہے اور کون نہیں) بے شک اللہ سننے والا' جاننے والا ہے۔

ذٰلِكُمْ وَأَنَّ اللّٰهَ مُوهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِينَ ۝

(الانفال - ۱۸)

اور (اے ایمان والو! اللہ کی طرف سے) یہ (فتح تو تم کو مل چکی' کافروں کی تدبیروں کو اللہ نے کمزور کردیا) اور اللہ (آئندہ بھی) کافروں کی تدبیروں کو کمزور کرتا رہے گا۔

Scanned with CamScanner

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

(الانفال - ۵۳)

یہ (سزا کافروں کو اس لئے دی گئی) کہ (انہوں نے اللہ کی نعمتوں کا حق ادا نہیں کیا تھا اور) اللہ تو کسی قوم کو نعمتوں سے مالا مال کرکے ان نعمتوں کو اس وقت تک (مُصائب و آلام سے) نہیں بدلتا جب تک وہ خود ہی اپنی (مئومنانہ) حالت کو (کفر و ناشکری سے) نہ بدل دیں اور (اے مشرکین! اچھی طرح خبردار ہوجاؤ) کہ بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے (وہ تمہاری حرکتوں سے اچھی طرح واقف ہے)۔

مکّہ میں مسلمین بالکل بے بسی کے عالم میں تھے۔ بالآخر ان کے لئے اللہ تعالٰی کی طرف سے مدینہ کا راستہ کھولا گیا۔ مشکل کے بعد آسانی فراہم کردینے کا یہ معاملہ اس لئے کیا گیا کہ مسلمین یقین کرلیں کہ جو کچھ ہوا، وہ اللہ تعالٰی کی طرف سے ہوا، اور اس احساس کی بنا پر ان کے اندر شکر گزاری کا جزبہ اُبھرے۔

کامیابی کا دارومدار مادی اسباب پر نہیں ہوتا بلکہ صبرو تقویٰ پر ہوتا ہے، جو لوگ اللہ تعالٰی سے ڈریں اور اللہ تعالٰی پر بھروسہ رکھیں، ان کے حق میں اللہ تعالٰی کی مدد کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ پہلی صورت یہ کہ کامیابی دعوت اور تبلیغ کی راہ سے آتی ہے۔ دعوت اور تبلیغ کے ذریعہ اللہ فکری غلبہ عطاء ہوتا ہے، مُخالفین مرعوب ہوجاتے ہیں، مئومنین کی قلیل تعداد ان کو دو چند ہی نہیں بلکہ کثیر نظر آنے لگتی ہے۔ الغرض، ان پر مئومنین کا دبدبہ بیٹھ جاتا ہے اور دوسری صورت یہ کہ حالات کے اعتبار سے اللہ تعالٰی اہل ایمان کو حوصلہ عطاء فرماتا ہے اور ان کی خصوصی مدد کرکے ان کو فریق مخالف پر غالب کردیتا ہے، بلکہ ان کی تدبیروں کو ان پر پلٹ دیتا ہے۔

اللہ تعالٰی کو مطلوب یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا پوری طرح سے ثابت ہوجائے۔ یہ کام ابتداء میں دعوت اور تبلیغ کے ذریعہ دلائل کی سطح پر ہوتا ہے یہاں تک کہ معقول افراد پر مشتمل ایک جماعت وجود میں آجاتی ہے جس کے افراد مجسم حق ہوتے ہیں، پھر ان کو جب دلائل کے ذریعہ فکری غلبہ حاصل ہو

Scanned with CamScanner

جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے واقعات ظہور میں آتے ہیں کہ اس چھوٹی سی جماعت کو اللہ تعالیٰ کی سنّت کے مطابق زمین کا وارث بنا دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق اس کو خلافت اور اقتدار عطاء کیا جاتا ہے۔

تین سو سے کچھ زائد مسلمین مدینہ سے اس غرض سے نکلے تھے کہ قریش کے تجارتی قافلے پر حملہ کریں۔ تجارتی قافلہ اس حملے کے پیش نظر معروف راستہ کو چھوڑ کر سمندری ساحل سے گزرا اور بچ کر نکل گیا۔

قریش مکّہ کی فوج جو ایک ہزار افراد پر مشتمل تھی اور پورے فوجی سازو سامان سے لیس تھی، مکّہ سے اس غرض سے نکلی کہ شام سے آنے والے اپنے تجارتی قافلہ کی حفاظت کرے اور مسلمین کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو ابتداء ہی میں کچل کر ملیا میٹ کر دے۔

یہ دونوں فریق بدر کے میدان میں اچانک آمنے سامنے آگئے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے ظہور میں آیا تھا کہ دونوں کو ایک دوسرے سے ٹکرا کر اہل ایمان کو فتح سے نوازا جائے۔

اگر مسلمین قریش کی تعداد اور سازو سامان کو دیکھ لیتے تو بدحواس ہو جاتے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنی تدبیر سے قریش مکّہ کی تعداد کو گھٹا کر دکھایا تاکہ کہیں ان کے حوصلے پست نہ ہو جائیں اور اس کی وجہ سے ان کے اندر اختلاف پیدا نہ ہو جائے۔

دوسری طرف بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے مخصوص حالات پیدا کر دیئے کہ تمام سرداروں کو مکّہ سے باہر نکالا اور ان کو بدر کے مقام پر پہنچا دیا، تاکہ مسلمین سے ان کو ٹکرا کر پاش پاش کر دیا جائے۔

مسلمین کے پاس ہتھیار بھی کم تھے مگر اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ ان کی خصوصی مدد فرمائی۔ فرشتے ہتھیار سے لیس تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں: "ایک مسلم ایک کافر کے پیچھے دوڑ رہا تھا، اسے اوپر سے ایک کوڑے کی آواز آئی اور ایک سوار کی بھی آواز آئی۔ وہ سوار کہہ رہا تھا: "حیزوم آگے بڑھ۔" اتنے میں وہ مسلم کیا دیکھتا ہے کہ وہ کافر اس کے آگے چت گرا پڑا ہے۔ اس کی ناک پر نشان تھا اور اس کا منہ پھٹا پڑا ہے گویا کسی نے اسے مارا تھا، پھر اس کے پورے جسم کا رنگ سبز ہو گیا۔ وہ انصاری رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یہ ماجرا بیان کیا۔ آپ نے فرمایا: "تم سچ کہتے ہو، یہ فرشتے تیسرے آسمان سے مدد کے لئے آئے ہیں۔" (صحیح مسلم کتاب الجہاد)

Scanned with CamScanner

فرشتوں نے قریش کے لشکر کو بری طرح شکست دے دی۔ جب اللہ تعالیٰ کا مسلمین کو خلافت عطاء کرنے کا وعدہ غیبی ہے تو ظاہر ہے غیبی امداد سے ہی یہ وعدہ پورا ہو سکتا ہے۔ قریش کے بڑے بڑے سردار قتل ہو گئے اور قید بھی ہوئے۔ بدر کا میدان کفر کے مقابلے میں اسلام کی فتح کا مقام ثابت ہوا۔

اہلِ مکّہ اپنے آپ کو بر سر حق اور اصحاب رسول کو بر سر باطل سمجھتے تھے۔ اس بات پر ان کو اتنا یقین تھا کہ ایک روز ابو جہل نے اس طرح دعاء کی: "اے اللہ! اگر یہ (قرآن) تیری طرف سے حق ہے تو (ہمارے انکار کی سزا میں) ہم پر آسمان سے پتھر برسادے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب بھیج دے۔" (صحیح بخاری کتاب التفسیر، سورہء انفال)

شیطان نے مکّہ کے لوگوں کو بہکایا کہ تم تاریخ کے مسلّمہ پیغمبروں (ابراہیم اور اسماعیل) کے ماننے والے ہو، تم کعبہ کے وارث ہو، جب کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے اصحاب کو کعبہ کی سرزمین سے باہر نکال دیا گیا ہے۔ تم اپنے اسلاف کی روایتوں کو قائم رکھنے کے لئے لڑ رہے ہو، جب کہ وہ تو تمہارے اَسلاف کی روایتوں کو توڑنے کے لئے اٹھے ہیں۔ الغرض، شیطان نے اس قسم کے خیالات ڈال کر ان کو جھوٹے یقین سے سرشار کردیا تھا، اس لئے وہ اپنے حسنِ ظن سے یہ سمجھتے تھے کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں، بالکل درست کررہے ہیں لہٰذا اللہ کی مدد ہمیں ہی حاصل ہوگی مگر جب دونوں گروہ میں مقابلہ ہوا اور اصحابِ رسول کے لئے اللہ کی مدد آن پہنچی تو شیطان اہل مکّہ کی فوج کو چھوڑ کر بھاگا۔ ان کا جھوٹا یقین بے دلی اور پست ہمتی میں تبدیل ہوگیا، پھر ان کو مسلمین کی فوج بھی دو چند نظر آنے لگی۔ ان کا اعتماد شیطان پر تھا اور اب وہ میدان چھوڑ کر بھاگ رہا تھا۔

اسلامی جدوجہد کا نشانہ کبھی معاشی مفاد حاصل کرنا نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ باطل کو توڑنا ہوتا ہے خواہ وہ نظریاتی میدان میں ہو یا حالات کے اعتبار سے مادی طاقت کا میدان ہو۔ جب بھی ایسا ہوا کہ ایک طرف مادی فائدہ ہو اور دوسری طرف دینی فائدہ، تو اللہ تعالیٰ کی رضاء دینی فائدہ کی طرف ہوتی ہے نہ کہ مادی فائدہ کی طرف۔ قریش کے تجارتی قافلہ کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے قریش کی فوج سے مسلمین کی مٹھ بھیڑ کرانے کو ترجیح دی تاکہ کافروں کی جڑ کاٹ کر باطل کو نیست و نابود کردیا جائے اور حق کو ثابت و مستحکم کردیا جائے۔ بدر کا واقعہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حق اس عالم میں تنہا

نہیں، شرط یہ ہے کہ مسلمین اس کو لیکر دعوتی اور عملی میدان میں نکلیں پھر جس طرح پہلے بارش کے حالات پیدا ہوتے ہیں اور پھر بارش برستی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے واقعات ظہور میں آئیں گے اور پھر اللہ تعالیٰ کی غیبی مدد آئے گی کیوں کہ جو مدد بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے وہ عالم غیب ہی سے آتی ہے۔

جنگ کی ابتداء میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح دعاء کی تھی: "اے اللہ! میں تجھ سے تیرے عہد اور وعدہ کو پورا کرنے کی درخواست کرتا ہوں۔ (صحیح بخاری) اے اللہ! تو نے جو وعدہ مجھ سے کیا تھا، اسے پورا فرمادے۔ اے اللہ! فتح عنایت فرما جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا۔ اے اللہ! اگر مسلمین کی یہ جماعت (یعنی جماعت المسلمین) ہلاک ہوگئی تو روئے زمین پر تیری عبادت کہیں نہیں ہوگی (صحیح مسلم) اے اللہ! اگر تو چاہتا ہے کہ آج کے بعد تیری عبادت نہ کی جائے تو (تیری مرضی)۔" (صحیح بخاری) اتنے میں ابوبکرؓ آئے، انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر کو اٹھایا اور آپ کے کندھوں پر ڈال دیا اور پیچھے سے آپ کو چمٹ گئے۔ (صحیح مسلم) پھر اپنے ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تھاما اور عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) بس، آپ کے لئے اتنی دعاء کافی ہے، آپ اپنے ربّ سے بہت منت کرچکے ہیں۔ (صحیح بخاری) اے اللہ کے نبی! آپ کی آپ کے ربّ سے فریاد کافی ہو چکی ہے۔ اب وہ عنقریب آپ کے لئے وہ وعدہ پورا کرے گا جو اس نے آپ سے کیا تھا۔" (صحیح مسلم)

اللہ تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا، وہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا، بشرطیکہ کہ ہم زیرِ مطالعہ آیت پر پورے اتریں۔

الغرض، اللہ تعالیٰ کی غیبی امداد کے بغیر ایک قلیل جماعت خلافت قائم نہیں کرسکتی اور اکثریت تو حق پر ہوتی ہی نہیں۔

تقلیدی مذاہب

اللہ تعالیٰ زیرِ مطالعہ آیت میں فرماتا ہے: "اور ان کے لئے اس دین کو، جسے اس نے پسند کیا ہے، ان کے لئے مستحکم اور مضبوط کردے گا۔" اللہ تعالیٰ کا یہ دین وہی ہو سکتا ہے جو وحیِ الٰہی کے ذریعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جس پر ایمان و عمل کرنے سے صحابہ کرامؓ پر اللہ تعالیٰ کی رضاء نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ (اے لوگو!) جو شریعت تم پر تمہارے

رَبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِنْ دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ، قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ○ (الاعراف - ۳)

رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے (بس) اسی کی پیروی کرو، اس کے علاوہ ولیوں کی پیروی نہ کرو مگر تم نصیحت کم ہی قبول کرتے ہو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ایک چیز کا حکم دیا ہے اور دوسری چیز سے منع فرمایا ہے۔ جس چیز سے منع فرمایا ہے، وہ یہ کہ اولیاء میں سے کسی ولی کی پیروی نہ کی جائے گویا اولیاء کی پیروی کو حرام قرار دیا۔ آیت کے پہلے جزء سے معلوم ہوا کہ اُمّت کو صرف قرآن مجید اور احادیثِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنی چاہیئے۔

تقلیدی مذاہب کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ صرف قرآن و حدیث کی پیروی کرتے ہیں لہٰذا ان کے مذاہب برحق ہیں۔ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے تو یہ تقلید کس چیز کی کرتے ہیں؟ یہ تقلید اپنے ائمہ اور اپنے علماء کے فتوؤں کی کرتے ہیں، گویا اس چیز کی پیروی کرتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ تقلید ہی کی وجہ سے یہ مذاہب چار ہیں، اگر سنّت کی پیروی کرتے تو یہ مذاہب چار کیوں ہوتے؟ صحابہ کرامؓ کے مذاہب چار نہیں تھے بلکہ ان کا دین تو صرف ایک تھا۔ اگر دین اور مذہب کے ایک ہی معنی ہیں تو یہ چار مذاہب چار ادیان ثابت ہوگئے، گویا رسول سب کا ایک ہے مگر سنتیں سب کی الگ الگ ہیں۔ اگر دین اور مذہب کے معنی الگ الگ ہیں تو یہ چار مذاہب دین سے الگ ثابت ہوئے، جن کی پیروی مذکورہ بالا آیت کی روشنی میں حرام ثابت ہوئی گویا یہ مذاہب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنّت سے ہٹ کر ہیں۔ اگر ہٹ کر نہیں تو سنّتوں میں اختلاف ثابت ہوا۔ اسی لئے تو یہ کہتے ہیں: "اختلافِ اُمّت رحمت ہے اور یہ حدیث ہے۔" اگر یہ حدیث ہے تو اتحاد و اتفاق کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں: "اختلاف نہ کیا کرو کیوں کہ تم سے پہلے جو لوگ تھے انہوں نے اختلاف کیا تو وہ ہلاک ہوگئے (صحیح بخاری کتاب بداء الخلق و روی مسلم نحوہ فی کتاب العلم)

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

..... وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ○ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيَعًا ، كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ○ (الروم - ۳۱-۳۲)

مشرکین میں سے نہ ہو جانا (یعنی) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا اور فرقے فرقے ہوگئے۔ تمام فرقے جو کچھ ان کے پاس ہے (بس) اسی میں

ممکن ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندی شرک ہے اور اس کی وجہ بالکل ظاہر ہے۔ جب کسی شخص کے پاس جو کسی مذہب سے تعلق رکھتا ہے، اس کے پاس جب قرآن حدیث کی کوئی کھلی دلیل پہنچتی ہے تو وہ اسے تسلیم نہیں کرتا، اپنے مذہب کو مانتا ہے، اپنے امام، پیر اور بزرگ کے قول و فعل کو حُجّت سمجھتا ہے۔ کیا یہ شرک کی علامت نہیں ہے؟ شعوری یا غیر شعوری طور پر ہر مذہب یا فرقے کے علماء اور افراد اس مرض میں مُلوّث نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (التوبۃ - ۳۱)

انہوں نے اللہ کے علاوہ (اپنے) علماء و مشائخ کو اور عیسیٰ ابن مریم کو بھی (اپنا) ربّ بنا رکھا ہے حالانکہ انہیں تو یہ حکم دیا گیا تھا کہ ایک اِلٰہ کی عبادت کریں، اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، یہ لوگ (اللہ کے ساتھ) جو شرک کررہے ہیں، اللہ اس سے پاک ہے۔

اہل کتاب اصولاً اس بات کو تسلیم کرتے تھے کہ اللہ کے علاوہ کوئی اور ربّ نہیں لیکن مندرجہ بالا آیت سے ثابت ہوا کہ اس عقیدہ کے باوجود عملاً وہ اپنے علماء و مشائخ کو اپنا ربّ مانتے تھے، ان کی عبادت کرتے تھے۔ وہ عبادت کیا تھی؟ اس کا ذکر کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "وہ (بظاہر تو اپنے) علماء و مشائخ کی عبادت نہیں کرتے تھے لیکن جب ان کے علماء و مشائخ ان کے لئے کسی چیز کو حلال کردیتے تھے تو وہ اس کو حلال سمجھتے تھے اور جب وہ کسی چیز کو ان پر حرام کردیتے تھے تو وہ اس کو حرام سمجھتے تھے۔ (رواہ الترمذی فی کتاب التفسیر وحسنہ)

اس حدیث سے معلوم ہو کہ اہل کتاب اپنے علماء و مشائخ کو شریعت ساز سمجھتے تھے، ان کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھتے تھے اور یہی ان کی وہ عبادت تھی۔

آیتِ بالا اور حدیثِ بالا سے ثابت ہوا کہ علماء کے فتوؤں، قیاسات، اجتہادات اور آراء کو شریعت کا درجہ دینا شرک ہے۔ شریعت ساز صرف اللہ تعالیٰ ہے لہٰذا حلال و حرام کا فیصلہ وہی کرسکتا ہے۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ تقلید شرک ہے، اس لئے کہ مُقلّد اپنے امام کے فتوؤں کو شریعت سمجھتا ہے، اسی کی رائے سے حلال و حرام کا فیصلہ کرتا

ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَمْ لَهُمْ شُرَكٰٓؤُا شَرَعُوْا لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَاْذَنْ بِهِ اللّٰهُ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

(الشوریٰ - ۲۱)

کیا انہوں نے اللہ کے شریک بنا رکھے ہیں؟ جنہوں نے ان کے لئے دین کی (الگ الگ) شریعت بنائی ہے' حالانکہ اللہ نے اس (شریعت سازی یعنی الگ الگ مذاہب بنانے) کی اجازت نہیں دی اور اگر فیصلہ (کا دن مقرّر) نہ ہوتا تو ان میں (ابھی) فیصلہ کردیا جاتا' بے شک جو لوگ ظالم ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو لوگ شریعت سازی کرتے ہیں' وہ گویا اللہ تعالیٰ کے شریک بن جاتے ہیں۔ جب ایک مسئلہ قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہو' اس کے باوجود کوئی عالم اس کے حق میں یہ اصرار کرے کہ یہ شریعت ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ عالم اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتا ہے۔ یہ ایک بے حد سنگین بات ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین کا کوئی حکم مقرّر کرنے کا حق صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کا یہ حق لینا یا کسی کو یہ حق دینا کھلا شرک ہے۔ مثلاً

اشرف علی تھانوی صاحب فرماتے ہیں: "کوئی شخص رات کو اپنی بی بی کو جگانے کے لئے اٹھا مگر غلطی سے لڑکی پر ہاتھ پڑگیا یا ساس پر ہاتھ پڑگیا اور بی بی سمجھ کر جوانی کی خواہش کے ساتھ اس کو ہاتھ لگایا تو اب وہ مرد اپنی بی بی پر ہمیشہ کے لئے حرام ہوگیا' اب کوئی صورت جائز ہونے کی نہیں اور لازم ہے کہ یہ مرد اس عورت کو طلاق دے دے۔" (بہشتی زیور حصہ چہارم صفحہ ۶)

جو بات اللہ تعالیٰ نے نہ کہی ہو' وہ اللہ تعالیٰ پر بہتانِ عظیم ہے اور شریعت سازی میں اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک کرلینا ہے۔ الغرض' ہمارے اکثر علماء اور مفتیوں کا یہی حال ہے۔

اللہ تعالیٰ زیرِ مطالعہ آیت میں فرماتا ہے: "وہ ایسے لوگ ہوں گے جو صرف میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ ذرا سا بھی شرک نہیں کریں گے اور جو اس (نعمت یعنی خلافت کے مل جانے) کے بعد بھی کفرانِ (نعمت) کریں تو ایسے ہی لوگ فاسق ہوں

Scanned with CamScanner

گے۔" (النور۔ ۵۵)

اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے اس اُمّت پر سے خلافت کی نعمت کو اٹھالیا اور ہم پر ظالم حکمرانوں کو بٹھادیا جو ایک کے بعد دوسرے تبدیل ہوتے رہتے ہیں تاکہ ہم ان کی ظلم کی چکی میں پستے رہیں اور ہم کو عبرت حاصل ہو لیکن ہم اپنے مذاہب کو چھوڑ کر دین کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہی نہیں ہوتے۔ ہائے افسوس!

اب سوال یہ ہے کہ یہ چاروں مذاہب برحق ہیں تو ان میں سے کسی ایک کو بھی اللہ تعالیٰ خلافت کی نعمت کیوں عطاء نہیں فرماتا؟ ان کے لئے غیبی امداد کیوں نازل نہیں فرماتا؟ بلکہ حق بات یہ ہے کہ کوئی فرقہ بھی اللہ تعالیٰ کے عہد و میثاق پر پورا نہیں اترتا۔ ہر فرقہ فسق و فجور سے سرشار ہے، کسی کے پاس خالص دین نہیں، سب کے اپنے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب ہیں، بس ہر فرقہ اپنے خود ساختہ مذہب میں مگن ہے اور اسی کو اسلام سمجھتا ہے اور اسی کی تبلیغ کرتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کی مدد آئے تو کیسے آئے؟ خلافت کی نعمت ملے تو کیسے ملے؟

عروج و زوال

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

فَخَلَفَ مِنۢ بَعۡدِهِمۡ خَلۡفٌ وَّرِثُوا الۡكِتٰبَ يَاۡخُذُوۡنَ عَرَضَ هٰذَا الۡاَدۡنٰى وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَـنَا‌ ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ‌ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ مِّيۡثَاقُ الۡـكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَـقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ‌ ؕ وَالدَّارُ الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّـلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝

(الاعراف - ۱۶۹)

پھر ان کے بعد ان کے ناخلف جانشین کتاب الٰہی کے وارث ہوئے جو دنیا کا مال (ناجائز طور پر) حاصل کرتے ہیں اور کہتے ہیں : "ہمیں معاف کردیا جائے گا" اور اگر (دوبارہ پھر) اتنا ہی مال ان کو ملے تو (لالچ کا یہ حال ہے کہ) اسے بھی لے لیتے ہیں، (جائز اور ناجائز کی مطلق پرواہ نہیں کرتے اور ہر مرتبہ یہی کہہ دیتے ہیں : "اللہ ہمیں معاف کردے گا" ان کا یہ کہنا اللہ تعالیٰ پر سراسر بہتان ہے) کیا ان سے کتابِ الٰہی میں لکھا ہوا یہ عہد نہیں لیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی طرف سچ کے علاوہ اور کوئی بات منسوب نہیں کریں گے؟ اور جو کچھ اس

کتاب میں ہے، اس کو انہوں نے خود بھی پڑھ لیا ہے (لیکن اس کے باوجود وہ افتراء درازی سے باز نہیں آتے اور مغفرت کے امیدوار رہتے ہیں) حالانکہ آخرت کا گھر تو بس ڈرنے والوں کے لئے اچھا ہے' (تو اے اہل بنی اسرائیل!) کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟

فَوَيۡلٌ لِّلَّذِيۡنَ يَكۡتُبُوۡنَ الۡكِتٰبَ بِاَيۡدِيۡهِمۡ ، ثُمَّ يَقُوۡلُوۡنَ هٰذَا مِنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ لِيَشۡتَرُوۡا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ، فَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا كَتَبَتۡ اَيۡدِيۡهِمۡ وَوَيۡلٌ لَّهُمۡ مِّمَّا يَكۡسِبُوۡنَ ٥
(البقرۃ ـ ۷۹)

خرابی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھ سے کتاب (اور شریعت کی باتیں) لکھتے ہیں، پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہیں (ان باتوں کے لکھنے سے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے) کہ ان کے ذریعہ تھوڑا سا فائدہ حاصل کریں (خبردار) جو کچھ وہ اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں، اس کی وجہ سے ان کے لئے بڑی خرابی ہے اور جو کچھ وہ کماتے ہیں، اس کی وجہ سے بھی ان کے لئے بڑی خرابی ہے۔

اہلِ کتاب کے علماء شریعت کی باتیں لکھتے' اپنی طرف سے مسائل تحریر کرتے اور پھر عوام پر ظاہر کرتے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں' حالانکہ وہ مسائل اور فتوے اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعاً نہیں ہوتے تھے' وہ جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیتے' ان کو خوش فہمیوں میں مبتلا کرتے اور ان کے مطلب کے مسائل ان کو بتاتے۔ ایسے فتوے دیتے جن میں عوام کے لئے آسانی ہوتی' ان کو خوش کرتے' ان سے نزرانے وصول کرتے' دعوتیں کھاتے اور دنیا کے ایک قلیل و حقیر فائدہ کی خاطر خود ساختہ مسائل کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے۔ حق بات کو ظاہر نہیں کرتے تھے، مبادا ان کے عقیدت مند ان سے متنفر ہوجائیں، ان کی جمعیت ٹوٹ جائے، ان کے نزرانے بند ہوجائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ایسے لوگوں کی بڑی خرابی ہے جو خود ساختہ مسائل اور

فتووں کو دنیوی فائدہ کی خاطر اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں، جو غلط باتیں یہ لکھتے ہیں، وہ بھی ان کے لئے باعثِ عذاب ہیں اور جو کچھ فائدے یہ ان غلط باتوں کے ذریعہ حاصل کر رہے ہیں، وہ بھی ان کے لئے باعثِ عذاب ہیں۔

جیسا کہ پہلے آپ کو بتایا جاچکا ہے کہ جو مرتبہ میں گرا ہوا ہو اسے بھی خَلْفٌ کہتے ہیں۔ اسی بنا پر ردی چیز کو بھی خَلْفٌ کہا جاتا ہے۔ اور خُلُفٌ سے خَلَافَۃٌ کے معنی کم عقل کے ہیں۔ اسی لئے اس کو خَالِفٌ کہا جاتا ہے اور پھر خَلْفٌ سے نا خلف بھی مراد ہوتا ہے۔ زیرِ مطالعہ آیت میں خلافت مراد نہیں ہے، بلکہ نا خلف لوگ مراد ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کی اطاعت نہ کرنے والے لوگ۔

جب زمین پر کوئی ایسی قوم نہیں رہتی جس کو اللہ تعالیٰ خلافت کی نعمت سے سرفراز فرمائے اور پھر نا خلف لوگ ہی رہ جاتے ہیں تو پھر دنیوی لحاظ سے جو قومیں باصلاحیت اور طاقتور ہوتی ہیں، وہی زمین کی وارث بن جاتی ہیں۔ نبوت کا سلسلہ بند ہوچکا ہے، اس لئے توحید اور شرک کی تفریق کی بنیاد پر وسیع تر عذاب کے سلسلہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے روک دیا ہے۔ البتّہ وہ قومیں جو کتاب الٰہی کی وارث ہوں گی، ان پر اس وقت تک زوال رہے گا جب تک وہ اپنی دینی حالت کو درست نہیں کرلیتیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ وہ اپنی حالت درست کرلیں تاکہ ان کو دوبارہ خلافت اور اقتدار کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے سے پہلے بنی اسرائیل پر ایسے کئی دور آکر گزر چکے ہیں۔ مثلاً موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے دور سے پہلے بنی اسرائیل غلام ہوچکے تھے، فرعون ان کے لڑکوں کو قتل کردیتا تھا اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ پھر موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو فرعون کے عذاب سے نجات دی اور ان کو مصر کا وارث بنا دیا۔ بنی اسرائیل کے عروج و زوال کا یہ سلسلہ اس کے بعد بھی کئی سو سال تک جاری رہا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو لوگ تم سے پہلے گزرے ہیں، تم ضرور ان کے نقشِ قدم پر چلو گے، حتّٰی کہ اگر وہ کسی ضَب کے بل میں داخل ہوئے تو تم بھی ان کی پیروی کرو گے (یعنی تم بھی ضَب کے بل میں داخل ہو جاؤ گے)۔" صحابہؓ کرام نے دریافت کیا: "اے اللہ کے رسول! (کیا اگلے لوگوں سے مراد) یہود و نصاریٰ ہیں؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تو (اور) کون (ہو سکتا ہے)؟" (صحیح بخاری کتاب الاعتصام بالکتاب)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "خبردار ہو جاؤ، اہل کتاب میں سے جو لوگ
تم سے پہلے گزرے ہیں، وہ ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہو گئے تھے اور یہ ملت ۷۳ فرقوں میں
تقسیم ہو جائے گی۔ ۷۲ فرقے دوزخ میں (جائیں گے) اور ایک جنت میں (جائے گا)
اور وہی "الجماعت" ہو گی (باقی سب فرقے ہوں گے)۔" (ابوداؤد کتاب السنۃ باب
شرح السنۃ وسندہ، صحیح)

مذہب ہی وہ لفظ ہے جو اُمّت کو متحد ہونے نہیں دیتا۔ موجودہ مذاہب اس حقیقت کا
منہ بولتا ثبوت ہے، جب مذاہب نہیں تھے تو اُمّت ایک تھی، ان کا دین صرف اسلام
تھا۔ دین میں جب ائمہ کی تقلید کو شامل کر لیا گیا تو اس کے فطری نتیجہ کے طور پر متفرق
مذاہب وجود میں آگئے اور اُمّت بھی متفرق ہو گئی گویا اُمّت کا شیرازہ بکھر گیا، پھر ایک
اُمّت یعنی الجماعت کی کئی جماعتیں وجود میں آگئیں، گویا ایک اُمّت کی کئی اُمّتیں بن
گئیں۔ اب ہر اُمّت کا امام الگ الگ ہے۔ امام اور اُمّت، دونوں کا مادہ اُمٌّ ہے۔
امام کے معنی وہ جس کی اقتداء اور پیروی کی جائے۔ اُمّت کے معنی وہ جماعت جو کسی
امام کی اقتداء اور پیروی کرے، گویا جو جماعت جس امام کی پیروی کرے گی، اسی کی
اُمّت یا جماعت ثابت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا
أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا
حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا،
(المائدہ - ۱۰۴)

اب جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی نازل کردہ کتاب کی طرف رجوع کرو اور (اللہ کے) رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں: "ہم نے جس راستہ پر اپنے آباء واجداد کو پایا، وہی ہمارے لئے کافی ہے۔" (یعنی ہم بھی ان کی طرح ہمارے ائمہ اور علماء کی تقلید کو واجب سمجھ کر ان کی اقتداء اور پیروی کرتے رہیں گے۔)

الغرض، اس اُمّت کا بھی ویسا ہی حال ہوا جیسا بنی اسرائیل کا زوال ہوا بلکہ ایک
[illegible] آگے بڑھ گئی۔ (مزید مطالعہ کے لئے دیکھئے ہمارا کتابچہ "ہمارا امام صرف ایک")

[illegible] کی روش اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

[illegible] مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا

پھر انکے بعد ایسے ناخلف لوگ ان کے جانشین

الصَّلٰوۃَ وَاتَّبَعُوا الشَّھَوٰتِ فَسَوْفَ یَلْقَوْنَ غَیًّا ٥
(مریم - ۵۹)

ہوئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے تو عنقریب ان کی ہلاکت و تباہی ان کے سامنے آجائے گی۔

نماز کو ضائع کرنے سے مراد نمازوں کا ترک کرنا اور ان کے اوقات اور ارکان سے غفلت برتنا ہے۔

نماز کو ترک کرنا بہت بڑا گناہ بلکہ کفر و شرک ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "آدمی اور شرک و کفر کے درمیان ترکِ نماز ہے۔" (صحیح مسلم کتاب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ عہد جو ہمارے اور کافروں کے درمیان ہے' وہ نماز ہے' تو جس نے نماز کو چھوڑ دیا' بے شک اس نے کفر کیا۔" (رواہ الترمذی و صححہ' فی ابواب الایمان)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندے اور شرک کے درمیان صرف ترکِ نماز کا فرق ہے لہٰذا جب اس نے نماز چھوڑ دی تو اس نے شرک کیا۔" (ابن ماجہ سندہ صحیح)

نماز کو ترک کرنا اور شریعتِ الٰہیہ کو نظر انداز کرنا' گویا اپنی خواہشات کو الٰہ بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰـھَہٗ ھَوٰىہُ وَاَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّخَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَقَلْبِہٖ وَجَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ، فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ، اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ٥
(الجاثیہ - ۲۳)

اور (اے رسول!) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا؟ جس نے اپنی خواہشات کو اپنا الٰہ بنالیا ہے۔ ایسے شخص کو اللہ نے بھی اس کے علم کے باوجود گمراہ کر دیا ہے۔ اس کے کانوں پر اور اس کے دل پر مہر لگا دی ہے اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے' تو اب اللہ کے بعد اسے کون ہدایت پر لا سکتا ہے؟ تو (اے لوگو!) تم نصیحت کیوں حاصل نہیں کرتے؟ (اپنی خواہشات کے بجائے اللہ

کو اِلٰہ کیوں نہیں بناتے؟؎

وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝

(القصص - ۵۰)

اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا جو اللہ کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی خواہشات پر چلے' بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت پر چلا کر منزل مقصود پر نہیں پہنچاتا۔

اپنی خواہشات کو اِلٰہ بنانے کا مطلب خواہشات کو اپنی زندگی میں سب سے برتر مقام دینا ہے۔ جو شخص اپنی خواہشات کے تحت سوچے اور اسی کے تحت عمل کرے' اس نے گویا عملاً دین سے انکار کردیا پھر اس کا حال یہ ہو جاتا ہے کہ اس کے سامنے حق کے دلائل آتے ہیں مگر وہ ان کے وزن کو محسوس نہیں کرپاتا۔ آدمی کی یہ روش آخر کار اس کی عقلی قوتوں کو مسخ کردیتی ہے پھر وہ علم کے باوجود گمراہ ہو جاتا ہے' پھر ایسے شخص کو کون ہدایت دے سکتا ہے؟ اس پر دین کی حُجّت کس طرح قائم کی جائے؟ یہی کفر کی وہ روش ہے جس میں کفّارِ مکّہ گرفتار تھے۔

لازم و ملزوم اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِىْ فِىْ قَوْمِىْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ

(الاعراف - ۱۴۲)

اور (وہ وقت بھی یاد کرو) جب ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ لیا' پھر ہم نے دس راتیں (اور ملاکر) انہیں پورا (چالیس) کردیا۔ اس طرح موسیٰ کے ربّ کی چالیس راتیں پوری ہوگئیں (پھر اس وعدہ کو پورا کرنے کے لئے جب) موسیٰ (جانے لگے تو انہوں) نے اپنے بھائی ہارون سے کہا: "تم (میرے جانے کے بعد) میری قوم میں میری خلافت (نیابت) کرنا' (انکی) اصلاح کرنا اور مفسدین کے راستہ پر (ہرگز) نہ چلنا۔"

موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مصر میں دعوتی احکام دیئے گئے تھے اور صحرائے سینا میں پہنچنے کے بعد کوہِ طور پر بُلا کر قانونی احکام (توریت) دیئے گئے۔ اس سے اللہ تعالیٰ کے احکام کی ترتیب معلوم ہوتی ہے۔ عام حالات میں داعی اور اس کی جماعت سے جو چیز

مطلوب ہے، وہ یہ کہ اپنی اصلاح کریں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور دعوتی کام کریں، مگر جب اہل ایمان کی جماعت با اختیار گروہ کی حیثیت حاصل کرلے، جیسا کہ صحرائے سینا میں بنی اسرائیل تھے، تو ان پر یہ فرض بھی عائد ہو جاتا ہے کہ اپنی اجتماعی زندگی کو شرعی قوانین کی بنیاد پر قائم کریں۔ الغرض، موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام بنی اسرائیل کے خلیفہ تھے اور ابھی تک ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجتماعی شرعی قوانین موصول نہیں ہوئے تھے پھر جب وہ شرعی قوانین لینے کے لئے کوہِ طور کی طرف جانے لگے تو اپنے بھائی ہارون علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو اپنے پیچھے اپنا خلیفہ نامزد کیا اور نصیحت کی کہ میرے پیچھے میری قوم کی اصلاح کرتے رہنا اور بگاڑ پیدا کرنے والوں کے طریقہ پر نہ چلنا۔ پھر بنی اسرائیل ہارون علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے حکم پر نہ چلے، انہوں نے زیوروں سے بچھڑے کا ایک مجسمہ بنا لیا پھر وہ اسے الٰہ مان کر پوجنے لگے اور آپس میں کہنے لگے: "یہ تمہارا اِلٰہ ہے اور یہی موسیٰ کا اِلٰہ ہے، وہ تو غلطی سے کوہِ طور پر چلے گئے ہیں۔" (طٰہٰ۔۸۸)

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو کوہِ طور پر ہی بنی اسرائیل کے اس فتنہ کی خبر دے دی تھی۔ (طٰہٰ۔۸۵) پھر فرمایا:

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسٰى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْ بَعْدِيْ ، اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ، وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ ، قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ، فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ○
(الاعراف۔۱۵۰)

پھر جب موسیٰ غصّے اور غم کی حالت میں اپنی قوم کے پاس لوٹے تو انہوں نے (اپنی قوم سے) کہا: "تم نے میرے پیچھے (خَلَفْتُمْ) میری غیر حاضری میں جو کام کیا وہ (بہت) بُرا ہے، کیا تم نے اپنے ربّ کے حکم (عذاب) کو (اپنے اوپر) جلد (واقع کرنا) چاہا؟" (یہ کہہ کر) انہوں نے (توریت کی) تختیوں کو (غصہ میں ایک طرف) رکھ دیا اور اپنے بھائی (ہارون) کے سر کو پکڑ کر اپنی طرف کھینچنے لگے۔ ہارون نے کہا: "اے (میرے) بھائی! (میں نے تو حتی الامکان انہیں اس حرکت سے باز رکھنے کی کوشش کی، لیکن) انہوں نے مجھے کمزور

سمجھا اور قریب تھا کہ مجھے قتل کر ڈالتے، تو اب آپ دشمنوں کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجئے اور مجھے ان ظالم لوگوں میں (شمار) نہ کیجئے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ قَبْلُ يٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ، وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِيْ وَاَطِيْعُوْٓا اَمْرِيْ ۞ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ اِلَيْنَا مُوْسٰى ۞

(طٰہٰ - ۹۰-۹۱)

اور ہارون نے ان (بنی اسرائیل) سے پہلے ہی کہہ دیا تھا: "اے میری قوم! تم اس (بچھڑے) کے ذریعہ آزمائش میں مُبتلا کردیے گئے ہو، تمہارا ربّ تو رحمان ہے، لہٰذا تم میری پیروی کرو اور میرا حکم مانو۔" وہ کہنے لگے: "جب تک موسیٰ ہمارے پاس لوٹ کر نہ آجائیں، ہم ہرگز اس (بچھڑے) کی پرستش سے باز نہیں آئیں گے۔"

ہارون علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اس وقت اگر کوئی سخت اقدام کرتے تو وہ نتیجہ خیز ثابت نہ ہوتا، کیوں کہ آپ کے ساتھ جو لوگ تھے، ان کی تعداد کم تھی۔ آپ نے بے نتیجہ کاروائی کرنے کے مقابلہ میں اس کو زیادہ مناسب سمجھا کہ باہمی اور داخلی فساد سے بچنے کے لئے صبر اور خاموشی کا طریقہ اختیار کیا جائے تاکہ کسی مناسب وقت پر، فساد سے بچ کر اس مسئلہ کا قطعی حل نکل آئے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل مصر کے مشرکانہ ماحول سے کتنا متاثر ہوچکے تھے اور یہ بھی معلوم ہوا کہ لوگ اگر اس قدر بگڑے ہوئے ہوں تو اس بنا پر بھی دعوت کا عام کام روکا نہیں جاسکتا مگر ساتھ ساتھ داخلی اصلاح و تربیت بھی نہایت ضروری ہے۔

الغرض، موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام جب توریت کے احکام لائے تو بنی اسرائیل نے کہہ دیا کہ ہم توریت کے احکام سنیں گے، مگر اطاعت نہیں کریں گے، لہٰذا خلافت اسی وقت قائم ہوسکتی ہے کہ جب لوگ احکام کی اطاعت کرنے کے لئے بہ رضاء و رغبت تیار ہوں، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہوں اور شرک سے مبّرا ہوں۔ اس کے بعد ہی دین مستحکم و مضبوط ہوسکتا ہے اور امن و سکون حاصل ہوسکتا ہے۔ اس کے لئے

Scanned with CamScanner

دعوت و تبلیغ اور شریعت پر عمل پیہم لازم و ملزوم ہیں۔ اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت اور تائید حاصل ہوگی' اور بغیر اللہ تعالیٰ کی غیبی نصرت و تائید کے خلافت کی نعمت ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان شرائط کے ساتھ' اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق قلیل تعداد کی جماعت بھی اکثریت پر غلبہ حاصل کرلے گی۔

صحرا کے قافلے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗٓ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ، يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ، ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ، وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ۝ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ۝

(المائدۃ - ۵۴ تا ۵۶)

اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ (تمہاری جگہ) ایسے لوگ لے آئے گا جن سے اللہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہوں گے' ایمان والوں پر شفیق ہوں گے اور کافروں پر سخت۔ وہ اللہ کے راستہ میں جہاد و جدوجہد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ یہ اللہ کا فضل ہے' وہ جسے چاہتا ہے' (اپنے) فضل سے نوازتا ہے۔ اللہ بہت وسعت والا اور بہت جاننے والا ہے (۵۴) (اے ایمان والو! کافروں کو دوست نہ بناؤ) تمہارا دوست تو اللہ' اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور (اللہ کے سامنے) عاجزی کا اظہار کرتے ہیں (۵۵) اور جو شخص اللہ' اس کے رسول اور ایمان والوں کو دوست بنائے گا تو (یہی لوگ اللہ کی جماعت اور اللہ کا لشکر ہیں) اور اللہ کا لشکر ہی غالب ہوگا (۵۶)

عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں: "ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ان (چار)

Scanned with CamScanner

باتوں پر بیعت کی: (۱) ہم سنیں اور اطاعت کریں خواہ (امیر کے حکم سے) ہم خوش ہوں یا ناخوش' (۲) امیر سے امارت کے معاملے میں نہ جھگڑیں' (۳) حق بات کہیں خواہ کہیں بھی ہوں اور (۴) اللہ کے (دین کے) معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈریں۔" (صحیح بخاری کتاب الاحکام و صحیح مسلم کتاب الامارت)

صحابہء کرامؓ میں وہ تمام خصائل موجود تھے جو خصائل اللہ تعالیٰ نے اس نئی آنے والی قوم کے بتائے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے' جس کو چاہتا ہے عطاء فرماتا ہے۔ یہ سب اس کے قانونِ مشیت کے مطابق ہوتا رہتا ہے۔ اس کے یہاں فضل کی کوئی کمی نہیں۔ وہ خوب جانتا ہے کہ کون اس کے فضلِ عظیم کا مستحق ہے' جس کو وہ مستحق سمجھتا ہے' اسی کو وہ اپنا فضل عطاء فرماتا ہے۔

ایمان لانے کے بعد جو شخص ایمان کے تقاضے پورے نہ کرے' وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں دین کو قبول کرلینے کے بعد دین سے پھر گیا۔ اللہ کی نظر میں سچے ایمان والے وہ لوگ ہیں جن کے اندر ایمان اس طرح داخل ہوجائے کہ ان کو اسلامی مقاصد کی تکمیل اتنی عزیز ہو کہ مسلمین کے لئے ان کے دل میں نرمی اور ہمدردی کے سواء کوئی چیز باقی نہ رہے۔ وہ دین کے معاملے میں اتنے پختہ ہوں کہ غیر اسلامی افکار و اعمال سے کوئی اثر قبول نہ کریں۔

اسلامی زندگی ایک بامقصد زندگی ہوتی ہے اور اسی لئے وہ جدوجہد کی زندگی ہوتی ہے۔ مسلمین کا مشن یہ ہوتا ہے کہ وہ اللہ کے دین کو اللہ کے تمام بندوں تک پہنچا دیں۔ اس کام میں طرح طرح کی مشکلیں اور طرح طرح کی ملامتیں پیش آتی رہتی ہیں پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی پرواہ کئے بغیر اپنا اسلامی مشن جاری رکھتے ہیں۔ اس طرح کے لوگ کسی مقام پر قابلِ لحاظ تعداد میں تیار ہوجائیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت اور فضل کے زمین کا غلبہ اور اقتدار بھی عطاء کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِن بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ ۝ إِنَّ فِي هَٰذَا لَبَلَاغًا لِّقَوْمٍ عَابِدِينَ ۝
(الانبیاء - ۱۰۵-۱۰۶)

اور (اے رسول!) ہم نے زبور میں نصیحت (کی باتوں) کے بعد لکھ دیا تھا کہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے (۱۰۵) بے شک اس (خبر) میں عبادت گزاروں کے لئے (بشارت کا)

پیغام ہے (۱۰۶)

یہ وہ لوگ ہیں جن کا مرکزِ توجہ تمام تر اللہ تعالیٰ بن جاتا ہے' ان کے باہمی تعلقات ایک دوسرے کی خیر خواہی پر قائم ہوتے ہیں' معاملات میں انہیں کوئی چیز انانیت پر آمادہ نہیں کرتی بلکہ وہ ہر موقعہ پر وہی کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ چاہتا ہو اور اُسوۂ رسول ان کا شعار ہوتا ہے۔ وہ تواضع اختیار کرنے والے ہوتے ہیں نہ کہ سرکشی کرنے والے۔

جو لوگ کسی عوامی تحریک کے ذریعہ خلافت قائم کرنا چاہتے ہیں یا جمہوریت کے ذریعہ اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں یا ھُو اللہ کی ضربوں سے نظامِ مصطفےٰ قائم کرنا چاہتے ہیں' ان کا فقہی مذہب ایک ہونے کے باوجود اُن کی مسلکی پگڈنڈیاں یا تعبیریں الگ الگ ہیں' وہ اس مضمون کی روشنی میں اپنی منزلوں پر ہرگز نہیں پہنچ سکتے کیوں کہ ان کی منزلیں مثلِ سُراب ہیں جو صحرا میں بھٹکتے ہوئے قافلوں کو بہت دور سے نظر آتا ہے۔ الغرض' ان کے دین میں ملاوٹ ہے' فرقہ بندی کی ممانعت ہے اور تقلید ان کی بنیاد ہے اور یہ تینوں چیزیں شرک ہیں۔

اس مضمون کو ترتیب دینے کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا:

(۱) تفسیر قرآن عزیز جلد اول تا ہشتم از جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین

(۲) تذکیر القرآن جلد اول اور دوم از جناب وحید الدین خان صاحب صدر اسلامی مرکز بھارت

(۳) مُفرداتُ القرآن از امام راغب اصفہانی

اور متفرق کتب

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

دعوٰی ہی دعوٰی

بعض لوگ حدیث کو ماننے کا پر زور دعوٰی کرتے ہیں' اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں' مگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کو ماننے سے کتراتے ہیں اور اس کے مقابلے میں ابوداوٗد کی خلیفہ والی ضعیف حدیث کو اپنے خود ساختہ موقف کی تائد میں بطور حُجّت پیش کرتے ہیں' گویا وہ اس پر عمل کرنا چاہتے ہیں' مگر نہیں کرتے۔

ان کا خود ساختہ موقف یہ ہے کہ خلیفہ اگر با اقتدار ہو تو اس کی پیروی کرنی چاہیئے ورنہ درخت کے تنے چبا چبا کر مرجانا چاہیئے' مگر جماعت المسلمین اگر ہو تو اس میں شامل نہیں ہونا چاہیئے' گویا صحیح بخاری و صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث پر ہرگز عمل نہیں کرنا چاہیئے۔ الغرض' عملاً وہ اپنی خود ساختہ فرقہ بندی پر کاربند رہنا چاہتے ہیں' حالانکہ ان کو درخت کے تنے چبا چبا کر مرجانا چاہیئے' مگر درخت کے تنے نہیں چباتے۔ یہ ہے اہل حدیث کی حدیث کو ماننے کی حقیقت۔

ابوداوٗد کی یہ ضعیف حدیث کئی سندوں سے مختلف متن کے ساتھ مروی ہے۔

پہلی سند سے اس حدیث کا متن یہ ہے: "اگر زمین پر اللہ کا کوئی خلیفہ ہو' جو تمہاری پیٹھوں پر مارے اور تمہارا مال چھین لے تو اس کی (بھی) اطاعت کرنا اور اگر کوئی خلیفہ نہ ہو تو درخت کا تنا چبا کر مرجانا۔"

جواب: خلافت کے معنی جانشینی کے ہیں۔ قرآن مجید میں جہاں خلافت کا لفظ آیا ہے' وہ مخلوق کی جانشینی کے لئے ہے' نہ کہ اللہ تعالٰی کی جانشینی کے لئے' کیوں کہ انسان ہمیشہ انسان کا جانشین ہوتا ہے۔ خلافت ایک شرف اور بزرگی ہے جو انسان کو اختیار کے ساتھ عطاء کی گئی ہے' مگر وہ اختیار میں اللہ تعالٰی کا شریک نہیں ہوتا۔ مذکورہ بالا حدیث میں ہے: "اِنۡ کَانَ لِلّٰہِ تَعَالٰی خَلِیۡفَۃً یعنی اگر زمین پر اللہ کا کوئی خلیفہ ہو تو" اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ زمین پر اللہ تعالٰی کا جانشین ہوگا' انسان کا جانشین نہیں ہوگا' گویا وہ اختیار میں بھی نعوذ باللہ اللہ تعالٰی کا شریک ہوگا۔ اللہ تعالٰی نے فرشتوں سے فرمایا: "اِنِّیۡ جَاعِلٌ فِی الۡاَرۡضِ خَلِیۡفَۃً یعنی میں زمین میں خلیفہ بنانے والا ہوں" اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں زمین پر خلافت ارضی کا نظام قائم کرنے والا ہوں۔ اس پر فرشتوں نے کہا:

أَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ (بقرہ ۳۰) یعنی کیا جو زمین میں فساد برپا کرے اور خون ریزی کرے (اس کو تو زمین میں خلیفہ) بنا رہا ہے ؟" اس کا مطلب یہ ہوا کہ ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ یا جانشین نہیں ہو سکتے' البتہ یکے بعد دیگرے ایک دوسرے کے خلیفہ یا جانشین ہوں گے اور ایک دوسرے کے اقتدار و اختیار میں شریک ہوں گے۔ مذکورہ بالا حدیث میں ہے کہ "وہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا خلیفہ یا جانشین ہوگا" گویا یہ نظریہ تو وہی ہے جس میں پرانے دینی افکار کے مطابق بادشاہ یا پوپ اپنے اقتدار اور اختیار کا سرچشمہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے لیتا تھا جس سے وہ دینی حکومت (THEOCRACY) قائم ہوتی تھی جس کی بنیاد پر عیسائی مذہب کے پوپ اور بادشاہوں نے یہ دعویٰ کرکے حکومت کا اقتدار اور شریعت سازی کا اختیار اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے لئے مخصوص کرلیا تھا۔ وہ لوگوں کے لئے اپنی خواہشات کے مطابق دینی و دنیوی قوانین بناتے تھے اور ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے تھے' گویا وہ اقتدار اور شریعت سازی میں اللہ تعالیٰ کے شریک بنے ہوئے تھے۔

اس سے یہ ثابت ہوا کہ مذکورہ بالا حدیث کا متن ضعیف ہی نہیں بلکہ کسی عیسائی ذہن کی غمّازی کر رہا ہے۔ <u>انسان اللہ تعالیٰ کا خلیفہ کیسے ہو سکتا ہے ؟</u>

دوسری سند سے اسی حدیث کا متن یہ ہے: "اگر تم اس دن خلیفہ کو نہ پاؤ تو بھاگ جانا' یہاں تک کہ تمہیں موت آجائے۔"

جواب: یہ حدیث بتا رہی ہے کہ زندگی کا مقصد بس با اقتدار خلیفہ کی اطاعت کرنا ہے۔ اگر خلیفہ نہ ہو تو موت بہتر ہے' گویا زندگی کا دوسرا مقصد یہ ہے کہ درخت کے تنے چبا چبا کر اپنے آپ کو کسی طرح موت کے گھاٹ اتار دیا جائے۔ <u>بھلا بتایئے' یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہو سکتی ہے ؟</u>

تیسری سند سے اس حدیث کا متن یہ ہے: "اے حذیفہ! اگر تم اس حال میں مرجاؤ کہ تم (درخت کا) تنا چبا رہے ہو تو تمہارے لئے ان میں سے کسی ایک کی (بھی) پیروی کرنے سے بہتر ہے۔"

اس حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ اگر خلیفہ با اقتدارانہ ہو تو دین کے معاملے میں کسی اور حاکم یا عالم کی پیروی نہ کرنا' اس کا حکم نہ ماننا۔ حتّٰی کہ اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے میں کوئی دشواری پیش آئے اور ایسا وقت بھی آجائے کہ کھانے کو کچھ نہ ملے تو درخت کے تنے چبا چبا کر مرجانا اور یہ تمہارے لئے جینے سے بہتر ہوگا۔

Scanned with CamScanner

جواب: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ اقتدار ملنے سے پہلے مکّہ میں ایسی ہی زندگی گزار رہے تھے؟ انہوں نے تو مشرکین کے ساتھ رہ کر بھی باوقار اور امانت دارانہ زندگی گزاری۔ اگر وہ ان سے الگ تھلگ رہتے تو ان میں تبلیغ کیسے کرتے؟ غرض یہ کہ دینی امور کے معاملے میں انہوں نے مشرکین سے کوئی سمجھوتا نہیں کیا۔ اس طرزِ عمل کو اختیار کرنے میں جو دشواریاں ان کو پیش آئیں، ان کا سامنا کرتے رہے مگر دیگر امور میں ان کے ساتھ الہام و تفہیم اور امانت دارانہ طرزِ عمل اختیار کرتے رہے اور ضرورت پیش آئی تو ہجرت بھی کرتے رہے۔ الغرض، ہر آزمائش سے گزرتے رہے اور ہر حال میں مرنے کے مقابلے میں جینے کی جدوجہد کرتے رہے، الغرض، پیچھے ہٹنے کے بجائے آگے بڑھتے رہے۔

اگر اہل حدیث حضرات صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث کے مقابلے میں اس حدیث کو ترجیح دیتے ہیں تو موجودہ حکومت کے قانون کی پیروی کیوں کرتے ہیں؟ اس سے بغاوت اور سرکشی کیوں اختیار نہیں کرتے؟ ہندوستان میں بھی انگریز حکومت کی پیروی کیوں کرتے رہے؟ بلکہ ان کے حاشیہ بردار بنے رہے۔ الغرض، مرنے کے بجائے جینے کو ترجیح کیوں دیتے رہے؟ اور اب بھی اس حدیث کے مطابق اللہ اور اس کے رسول کا حکم کیوں نہیں مانتے؟

دراصل ان کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں، نہ اس حدیث کو عملاً مانتے ہیں، نہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث کو عملاً مانتے ہیں۔ بس حدیث کو ماننے کا دعویٰ ہی دعویٰ کرتے ہیں۔ بعض باتوں کو مانتے ہیں اور بعض باتوں کا انکار کردیتے ہیں۔ "ہم نے سن لیا لیکن اطاعت نہیں کریں گے" گویا یہ تو وہی لوگ ہیں۔ المختصر، اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہیں اور نئے نئے شوشے چھوڑ کر فتنے برپا کرتے رہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا: "اے اللہ! تو زمین میں ایسے شخص کو خلیفہ بنا رہا ہے (جس کی نسل) زمین میں فساد برپا کرے گی.....؟"

اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ ہر انسان کو زمین میں خلافت عطاء فرمائے گا لیکن وہ خَلَافَۃٌ سے خَالِفٌ یعنی خَلْفٌ، ناخلف کا رول ادا کرے گا۔

کہاں خِلَافَۃٌ اور کہاں خَلَافَۃٌ؟ ناخلف لوگ ایسے ہی شوشے چھوڑتے رہتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفق علیہ حدیث

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے خیر کے متعلق سوالات کیا کرتے تھے اور میں اس خوف سے کہ کہیں شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں، شر کے متعلق سوالات کیا کرتا تھا، (ایک دن) میں نے پوچھا: "اے اللہ کے رسول! ہم جاہلیت میں مبتلا تھے، برائیوں میں (گھرے ہوئے) تھے، اللہ نے ہمیں اس خیر (یعنی اسلام) سے مشرف فرمایا، تو کیا اس خیر کے بعد کوئی شر ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! (ہے)۔"

میں نے (پھر) سوال کیا: "کیا اس شر کے بعد پھر (کوئی) خیر ہے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! لیکن اس میں کدورت ہوگی۔"

میں نے پوچھا: "وہ کدورت کیا ہوگی؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ایسے لوگ بھی ہوں گے جو میرے طریقے کے بجائے دوسرے طریقوں کی طرف رہنمائی کریں گے، تم ان کی بعض باتوں کو اچھا سمجھو گے اور بعض باتوں کو برا۔"

میں نے کہا: "کیا اس خیر کے بعد پھر کوئی شر ہوگا؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں! لوگ (اس طرح گمراہی پھیلائیں گے) گویا وہ جہنم کے دروازہ پر کھڑے ہو کر لوگوں کو بلا رہے ہیں، جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا، وہ اسے جہنم میں ڈال دیں گے۔"

میں نے عرض کیا: "اے اللہ کے رسول! کچھ ان کی صفت ہم سے بیان فرما دیجئے؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ ہماری ہی قوم کے لوگ ہوں گے اور ہماری ہی زبان میں باتیں کریں گے۔"

میں نے دریافت کیا: "اگر میں وہ زمانہ پاؤں تو مجھے آپ کس بات کا حکم دیتے ہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ یعنی تمہیں جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چمٹے رہنا ہوگا۔"

(میں نے پھر) پوچھا: "اگر جماعت المسلمین نہ ہو اور نہ ان کا امام (تو میں کیا کروں)؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " فَاعْتَزِلْ تِلْكَ الْفِرَقَ كُلَّهَا
یعنی ایسی حالت میں تم تمام فرقوں سے علیٰحدہ ہوجانا، خواہ تمہیں درخت کی جڑیں ہی کیوں نہ چبانی پڑجائیں، حتیٰ کہ جب تمہیں موت آئے تو اسی حالت میں آئے (کہ تم کسی فرقے میں نہ ہو)۔"

(صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت فرقوں میں تقسیم ہوجائے گی اور لوگ اپنے اپنے فرقہ وارانہ مذاہب کو فروغ دینے کے لئے تبلیغ کریں گے، جو ان فرقوں میں شامل رہے گا یا داخل ہوگا، تو گویا ان کے مبلغین ان کو جہنم میں ڈال دیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر فرقہ وارانہ مذہب کے مبلغین قرآن و حدیث کا نام لیکر ہی ضعیف اور موضوع احادیث کے ذریعہ لوگوں کو اپنی طرف بلا رہے ہوں گے، مگر ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی تعلق نہیں ہوگا۔ جو ان کی پکار پر لبیک کہے گا، وہ اس کو دوزخ میں ڈال دیں گے، گویا گمراہ کردیں گے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر زمانہ میں جماعتیں بنتی اور بگڑتی رہیں گی لیکن وہ جماعت المسلمین ہی ہوگی جو شر کے زمانہ میں قائم ہوگی اور جب وہ قائم ہوجائے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم یہ ہے کہ ہر ایمان والا اپنے آبائی فرقہ وارانہ مذہب کو چھوڑ کر اس میں شامل ہوجائے۔

اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اگر جماعت المسلمین نہ ہو تو تمام فرقوں سے علیٰحدہ ہوجائے تاکہ جماعت المسلمین قائم ہوجائے کیونکہ جماعت المسلمین اس وقت تک قائم ہو ہی نہیں سکتی جب تک لوگ اپنے اپنے فرقے کو چھوڑنے کے لئے تیار نہ ہوجائیں۔ ایمان والوں کو تمام فرقوں سے علیٰحدہ ہوجانے کا سخت حکم اسی حکمتِ عملی پر مبنی ہے کہ اسلام میں اجتماعی اور جماعتی زندگی کو لازمی قرار دیا گیا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ جو لوگ اپنے فرقوں کو ترک کریں گے، وہ ضرور پہلی ہی فرصت میں اجتماعیت کی طرف راغب ہوں گے، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

(۱) جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیٰحدہ ہوا اور (اس حالت میں) مرگیا تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی (صحیح بخاری کتاب الفتن و صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

Scanned with CamScanner

(۲) جب تین آدمی سفر کے لئے نکلیں تو انہیں چاہیئے کہ اپنے میں سے کسی ایک کو اپنا امیر بنالیں (ابوداؤد فی کتاب الجہاد و سندہ' صحیح و حسنہ)

(۳) جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی علیٰحدہ ہوا تو اس نے اسلام کی رسی کو اپنی گردن سے علیٰحدہ کردیا (رواہ 'الترمذی و صححہ' فی ابواب الامثال ۲

ان احادیث کی روشنی میں جو شخص بھی فرقوں سے علیٰحدہ ہوگا' وہ یقیناً جماعت بندی کی طرف راغب ہوگا اور اس طرح فرقوں سے علیٰحدگی' جماعت المسلمین کے وجود میں آنے کی تحریک بن جائے گی۔

اس تحریک کے درمیان اگر حالات اتنے خراب ہوجائیں کہ کھانے کو بھی کچھ نہ ملے تو درختوں کی جڑیں چبا کر ہی زندہ رہنا چاہیئے حتیٰ کہ اگر اس حالت میں موت بھی آجائے تو اس کو قبول کرلے مگر فرقوں سے علیٰحدہ ہی رہے کیوں کہ فرقہ بندی شرک ہے' اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور ایمان والے پر لازم ہے کہ وہ ہر حال میں اپنے ایمان کی حفاظت کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق فرقہ بندی سے کتنی نفرت تھی' وہ اس حکم سے ظاہر ہوتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ فرقہ بندی موجبِ عذاب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰٓ اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۚ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝ (الانعام - ۶۵)

(اے رسول! آپ) کہہ دیجئے: اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب بھیج دے یا تمہارے پیروں کے نیچے سے عذاب بھیج دے یا تمہیں فرقہ فرقہ بنا کر ایک دوسرے سے اُلجھادے اور آپس کی لڑائی کا مزا چکھائے۔ (اے رسول!) دیکھیئے' ہم کس کس طرح الفاظ بدل بدل کر اپنی آیتوں کو بیان کرتے رہتے ہیں تاکہ یہ لوگ سمجھ جائیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تین قسم کے عذابوں کا ذکر فرمایا ہے: (۱) اوپر سے

عذاب نازل کرنا (۲) پیروں کے نیچے سے عذاب بھیجنا اور (۳) فرقے فرقے بنا کر آپس کی لڑائی کا مزا چکھانا۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں: "جب یہ آیت نازل ہوئی: (اے رسول! کہہ دیجئے' اللہ اس پر قادر ہے کہ تم پر تمہارے اوپر سے عذاب نازل فرمادے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(اے اللہ! اس عذاب سے) میں تیرے چہرے کی پناہ طلب کرتا ہوں۔" پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یا تمہارے پیروں کے نیچے سے تم پر عذاب بھیج دے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "(اے اللہ! اس عذاب) سے بھی میں تیرے چہرے کی پناہ طلب کرتا ہوں۔" پھر جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (یا تمہیں فرقہ فرقہ بنا کر ایک دوسرے سے الجھادے اور آپس کی لڑائی کا مزا چکھائے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "یہ نسبتاً آسان ہے۔" (صحیح بخاری کتاب التوحید و کتاب التفسیر)

اس آیت اور حدیث سے معلوم ہوا کہ فرقہ بندی عذاب ہے' جس میں اس وقت پوری اُمّت مبتلا ہے' اس کی وجہ مذہبی' فقہی اور نظریاتی اختلافات ہیں لہٰذا یہ اختلافات عذابات کا پیش خیمہ ثابت ہوئے' نہ کہ موجبِ رحمت' بلکہ اس سے اللہ تعالیٰ کی رحمت دور ہوجاتی ہے' پھر خلافت کو پانا تو بہت دور کی بات ہوجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ، وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ، وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

(ھود - ۱۱۸ - ۱۱۹)

اور (اے رسول!) اگر آپ کا رب چاہتا تو سب لوگوں کی ایک جماعت بنا دیتا (اور اختلافات سے ان کو بچالیتا' لیکن اللہ تو یہ دیکھنا چاہتا ہے کہ کون اپنے اختیار سے اختلاف کرتا ہے اور کون بچا رہتا ہے' لہٰذا) لوگ ہمیشہ (اپنے اختیار سے) اختلاف کرتے رہیں گے' مگر جس پر آپ کے ربّ کا رحم ہوجائے (بس وہی لوگ اختلافات سے بچ جائیں گے) اور اللہ نے تو اسی لئے ان کو پیدا کیا ہے (کہ ان پر اپنا رحم کرے اور ان کو

اختلافات سے بچائے، لیکن لوگ خود
اپنے اختیار سے اختلافات کرکے اپنے کو
رحم وکرم کے بجائے موجبِ عذاب بنا
لیتے ہیں، تو اے رسول! اس طرح)
آپ کے ربّ کی وہ بات پوری ہو کر
رہے گی (جو وہ پہلے ہی کہہ چکا ہے) کہ
وہ ضرور دوزخ کو جنات اور انسانوں
سے بھر دے گا۔

اس کائنات میں انسان کے علاوہ بے شمار مخلوقات بھی ہیں۔ یہ سب ان کے لئے بنائے ہوئے قانونِ فطرت کے مطابق اپنے اپنے راستے پر چلتی ہیں۔ اسی طرح اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو بھی ایک فطری راستہ کا پابند بنادیتا، پھر وہ اختلاف نہ کرتے، ایک اُمّت اور ایک جماعت بن کر اپنی زندگی بسر کرتے، مگر انسان کے لئے اللہ تعالیٰ کی یہ اسکیم نہ تھی۔ انسان کے لئے اللہ تعالیٰ نے منصوبہ یہ بنایا کہ ایک ایسی مخلوق پیدا کی جائے جو خود اپنے اختیار سے ایک چیز کو لے اور دوسری چیز کو چھوڑ دے، کسی ایک راستہ پر چلے اور دوسرے راستہ کو ترک کردے، پھر اس کے لئے ایک راستہ متعین کرکے اس کو اپنے اختیار سے اس پر چلنے کا حکم بھی دیا۔ اب وہ اس راستہ پر چلے یا اس کو ترک کردے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک خاص منصوبہ تھا جس کے تحت اس نے انسان کو خلافتِ ارضی کے لئے مستحق سمجھا۔ کیا فرشتوں یا کسی اور مخلوق پر اس منصوبہ کو نافذ کیا جاسکتا تھا؟

یہ منصوبہ یقیناً ایک پر خطر منصوبہ تھا، کیوں کہ اکثر لوگ اپنے اختیار کا غلط استعمال کرکے اپنے کو جہنم کا مستحق بنالیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ
تَقْوِيْمٍ ۝ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ
سٰفِلِيْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ
عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ
غَيْرُ مَمْنُوْنٍ ۝
(والتّین - ۴، ۵، ۶)

ہم نے انسان کو بہترین ساخت (یعنی
صلاحیتوں) کے ساتھ پیدا کیا، پھر اس کو
سب سے نیچے پھینک دیا (یعنی اس کو تمام
مخلوقات کے مقررہ درجوں سے ادنیٰ
درجے پر کردیا) لیکن جو لوگ ایمان لائے
اور نیک عمل کئے تو ان کے لئے کبھی ختم

نہ ہونے والا اجر ہے۔

انسان کو یہ صلاحیتیں اس لئے دی گئیں کہ وہ رسولوں کے ذریعہ ظاہر ہونے والے حق کو پہچانے، پھر خلافتِ ارضی کے منصب کے تحت اپنے اختیار کو اس طرح بروئے کار لائے کہ اس زمین کو امن و سلامتی کا ایسا گہوارہ بنادے کہ گویا اس نے اپنی کھوئی ہوئی جنت کو خود ہی تعمیر کرلیا، لیکن ہوا کیا؟ اس نے اپنی خداداد صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے تابع نہ کیا اور اپنے اختیار کو اختلافات کی نذر کردیا۔

یہ منصوبہ یقیناً ایک پر خطر منصوبہ تھا، مگر اسی پُر خطر منصوبہ کے ذریعہ وہ قلیل اعلیٰ روحیں بھی چنی جاسکتی تھیں جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے لئے خاص مستحق قرار پائیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت ساری کائنات کو بطور عطیہ دے رکھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کا آئندہ منصوبہ یہ ہے کہ وہ اپنی رحمت کو خاص لوگوں کے لئے مخصوص کردے۔ الغرض، اللہ تعالیٰ کی مخصوص رحمت ان قلیل لوگوں کو ملے گی جن کا شعور اتنا بیدار ہوگیا ہو کہ وہ اپنے اختیار سے اپنی بے حقیقتی کو جان لیں، وہ انسانی قدررت کے پردے میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کو دیکھ لیں۔ یہ شعور انسان سے اس کی سرکشی کی طاقت کو چھین لیتا ہے حتیٰ کہ اس کی حالت یہ ہوجاتی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کو اس کے سامنے پیش کرے تو وہ پکار اٹھے: "اے میرے ربّ! یہ تیری رحمتوں ہی کا کرشمہ ہے ورنہ میرا عمل تو کسی قیمت کا مستحق نہ تھا۔ مگر اے رسول! آپ کے ربّ کی وہ بات ضرور پوری ہوکر رہے گی جو وہ پہلے ہی فرماچکا ہے کہ وہ (دین میں اختلاف کرنے کی وجہ سے) جنّات اور انسانوں (کی اکثریت) سے دوزخ کو ضرور بھردے گا۔

اے انسان! تاریخ کا ہر دور تجھ پر گواہ ہے کہ تیری اکثریت خسارہ میں ہے، تو ہر لمحہ اپنی موت کی طرف چلا جارہا ہے۔ آخرکار تیرے حصّہ میں جو چیز آئے گی، وہ صرف تیری ہلاکت ہے، کیوں کہ ناکامی کے لئے کسی ایمان و عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔ وہ اپنے آپ تیری طرف بھاگ کر چلی آرہی ہے۔ تیرا وقت برف کے تودے کی طرح گھل رہا ہے۔ اگر تو نے اس کو بے عملی یا برے کاموں اور اختلاف میں کھودیا تو یہی تیرا گھاٹا ہے۔ اٹھ! حق اور صبر کی تلقین کر یعنی حق اور صبر کا اتنا گہرا ادراک کر کہ تو اللہ کا داعی اور اس کے خالص دین کا مبلّغ بن جائے۔

اس مضمون کو ترتیب دینے کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں سے استفادہ کیا گیا: (دیکھئے صفحہ ۳۶)

(ا) تفسیر قرآن عزیز جلد اول تا ہشتم از جناب مسعود احمد صاحب امیر جماعت المسلمین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَیَّ عَلَی الۡفَلَاح

اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کا نام مسلم رکھا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: هُوَ سَمّٰىكُمُ الۡمُسۡلِمِيۡنَ (الحج۔ ۷۸) (اے ایمان والو!) اللہ نے تمہارا نام مسلمین رکھا ہے۔ جماعت المسلمین کا ہر فرد اپنے کو صرف مسلم ہی کہتا ہے، کسی فرقہ وارانہ نام سے اپنے کو موسوم نہیں کرتا، یعنی اپنے کو اہل سنّت، اہلحدیث، بریلوی یا دیوبندی وغیرہ نہیں کہتا۔

مسلمین کی جماعت کا نام اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت المسلمین رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

فَيَشۡهَدۡنَ جَمَاعَةَ الۡمُسۡلِمِيۡنَ ۔ وہ خواتین بھی (جو نماز نہ پڑھ سکیں) جماعت المسلمین کے ساتھ (عیدگاہ میں) حاضر ہوں۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

جماعت المسلمین ہی وہ واحد جماعت ہے جو احکامِ الٰہی، احکامِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور سننِ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وہی درجہ دیتی ہے جو ان کا حق ہے۔ حضرت اُمِّ عطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں:

اَمَرَنَا نَبِيُّنَا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ بِاَنۡ نُخۡرِجَ الۡعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الۡخُدُوۡرِ

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہم جوان عورتوں کو اور ان کنواری لڑکیوں کو بھی جو گھر کے اندر پردے کے پیچھے بیٹھی رہتی ہیں، نکالیں (اور عیدگاہ لائیں)۔

(صحیح بخاری کتاب العیدین)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو عیدگاہ میں حاضر ہونے کا حکم دیا، جماعت المسلمین اس حکم کو حکم ہی سمجھتی ہے اور اس کی تعمیل کو فرض سمجھتی ہے۔ جماعت المسلمین کے علاوہ کسی نے اس کو فرض قرار نہیں دیا، کسی نے نفل قرار دیا اور کسی نے مکروہ قرار دیا۔

جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جس کے پاس خالص دین ہے۔ اس میں کسی کے فتوے، اجتہاد، رائے اور قیاس کی آمیزش قطعاً نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

اَلَا لِلّٰهِ الدِّيۡنُ الۡخَالِصُ (الزمر۔ ۳) خبردار ہو جاؤ! اللہ کا دین تو خالص ہے۔

مندرجہ بالا آیت کا مفہوم یہ ہے کہ دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص رکھے، اس میں کسی کے قول و فعل یا رائے کی آمیزش نہ کرے۔

یہ صرف جماعت المسلمین ہی کی خصوصیت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے دین میں کسی قسم کی آمیزش نہیں کرتی، صرف قرآن مجید اور احادیث نبوی ہی کو دین سمجھتی ہے۔ جماعت المسلمین کے علاوہ تمام جماعتوں

Scanned with CamScanner

اور فرقوں نے اللہ تعالیٰ کے دین میں علماء کے اقوال اور فتوؤں کو شامل کرلیا ہے' ہر جماعت اور ہر فرقے کے ہاں فتوؤں کی کتابیں موجود ہیں' ان کتابوں کا وجود اس بات کا کھلا ثبوت ہے کہ انہوں نے دین کو اللہ تعالیٰ کے لئے خالص نہیں رکھا۔

جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جو کہتی ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے' اس کا انکار کفر ہے۔ دوسری کوئی جماعت یہ نہیں کہتی اور نہ کوئی فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ جو کچھ اس کے پاس ہے' اس کا انکار کفر ہے' مثلاً احناف نہیں کہتے کہ جو ہماری فقہ یا ہمارے مذہب کا انکار کرے' وہ کفر کا مرتکب ہے۔ اہلحدیث بھی نہیں کہتے کہ ان کے مذہب کا انکار کفر ہے لیکن یہ سب مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسلام کا انکار کفر ہے۔ اس کے صاف اور صریح معنی یہ ہیں کہ اسلام میں اور انکے مذاہب میں فرق ہے۔ اگر ان کے مذاہب بھی عین اسلام ہوتے تو وہ ضرور کہتے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے' اس کا انکار کفر ہے' کیونکہ جماعت المسلمین کے پاس صرف اسلام اور خالص اسلام ہے لہٰذا جماعت المسلمین بہانگ دہل کہتی ہے کہ جو کچھ ہمارے پاس ہے' اس کا انکار کفر ہے۔

جماعت المسلمین ہی وہ واحد جماعت ہے جس سے چمٹنے کا حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تَلْزَمُ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَإِمَامَهُمْ — جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چمٹے رہنا۔

(صحیح بخاری کتاب الفتن وصحیح مسلم کتاب الامارۃ)

جماعت المسلمین کے علاوہ کسی جماعت یا فرقے یا ان کے امام سے چمٹنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ صرف جماعت المسلمین اور ان کے امام سے چمٹنے کا حکم دیا گیا ہے لہٰذا اس کو چھوڑنا کسی حالت میں بھی جائز نہیں۔ کوئی جماعت یہ نہیں کہتی اور نہ کوئی فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو چھوڑنا جائز نہیں۔

جماعت المسلمین ہی وہ واحد جماعت ہے جو امیر کو وہ حیثیت دیتی ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ خَرَجَ مِنَ الطَّاعَةِ وَفَارَقَ الْجَمَاعَةَ ثُمَّ مَاتَ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (صحیح مسلم کتاب الامارۃ باب الامر بلزوم الجماعۃ) — جو شخص امیر کی اطاعت سے باہر ہوگیا اور جماعت چھوڑدی پھر (اسی حالت میں) مرگیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَى الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِيْمَا أَحَبَّ أَوْكَرِهَ مَالَمْ يُؤْمَرْ بِمَعْصِيَةٍ (صحیح بخاری کتاب الاحکام وصحیح مسلم کتاب الامارۃ) — ایک مسلم پر (امیر کا حکم) سننا اور اس کی اطاعت کرنا لازمی ہے خواہ اسے وہ (حکم) پسند ہو یا ناپسند' بشرطیکہ کہ گناہ کا حکم نہ دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

Scanned with CamScanner

عَلَيْكَ السَّمْعَ وَالطَّاعَةَ فِي عُسْرِكَ وَ يُسْرِكَ وَمَنْشَطِكَ وَمَكْرَهِكَ وَأَثْرَةٍ عَلَيْكَ (صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

تم پر (امیر کا) حکم سننا اور (اس کی) اطاعت کرنا لازم ہے' تمہاری تنگی میں بھی اور تمہاری آسانی میں بھی' تمہاری خوشی میں بھی اور تمہاری ناخوشی میں بھی اور (غیر مستحق کو) تم پر ترجیح دی جانے کی صورت میں بھی۔

جماعت المسلمین امیر کی اطاعت کو فرض سمجھتی ہے' امیر کی نافرمانی گویا جماعت کو چھوڑنا ہے اور جماعت کو چھوڑنا جاہلیت کی موت کو دعوت دینا ہے' یعنی اسلام کو چھوڑنا ہے' کوئی جماعت یا فرقہ ایسا نہیں جو امیر کی اطاعت کو ایسی اہمیت دیتا ہو۔

جماعت المسلمین امیر کی اطاعت اور وفاداری کی علامت کے طور پر امیر کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو لازم سمجھتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا حُجَّةَ لَهُ وَمَنْ مَاتَ وَلَيْسَ فِي عُنُقِهِ بَيْعَةٌ مَاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (صحیح مسلم کتاب الامارۃ)

جس شخص نے (امیر کی) اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا تو وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ایسی حالت میں ملے گا کہ اس کے پاس (اپنی نجات کے لئے) کوئی حجت نہیں ہوگی اور جو شخص اس حالت میں مرے کہ اس کی گردن میں (امیر کی) بیعت نہ ہو تو وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔

جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جو کہتی ہے کہ جو شخص امیر کی بیعت نہ کرے' اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ دوسری جماعتوں یا فرقوں میں اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہ امیر کی بیعت کو یہ اہمیت حاصل نہیں۔

یہ بیعت پیری مریدی کی بیعت نہیں ہے' یہ بیعت مراقبے' چلہ کشی' ہزارہ تسبیح پڑھنے اور ضربیں لگانے کی بیعت نہیں ہے۔ یہ بیعت دنیا کے چپہ چپہ پر اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند کرنے کی بیعت ہے۔

تمام دنیا میں اعلائے کلمۃ اللہ اور اسلام کی سربلندی جماعت کا اہم ترین مقصد اور نصب العین ہے۔

جماعت المسلمین ہی وہ جماعت ہے جو (سورہ نور' آیت ۵۵ کے مطابق) اللہ تعالیٰ کے وعدہ کی شرائط پر پوری اتر سکتی ہے اور اِنْ شَآءَ اللّٰہ وَتَعَالٰی اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے خلافت علیٰ منہاج نبوت قائم کرے گی۔

نوٹ ہم نے اس مضمون میں جو مواد پیش کیا ہے وہ دلائل اور ثبوت کے ساتھ تحریر کیا گیا ہے۔ اس میں جو سختی پائی جاتی ہے' وہ ہماری طرف سے نہیں ہے۔ ایمان کا تقاضا تو یہی ہے: "ہم نے سن لیا اور ہم اطاعت کریں گے۔" ہم سب کلمہ گو ہیں' بس اقدام اور عمل کی ضرورت ہے۔

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کا داعی

(اصولِ دعوت اور تبلیغ کی حکمت)

فہرست

اُصولِ دعوت

تبلیغ کی حکمت

حکمت کے کرشمے

حکمت کا طریقہ

Scanned with CamScanner

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

ہماری شائع شدہ کتابیں

١۔ خلافتِ ارضی اور فرشتے ٥/-
٢۔ اسلام کا نظریۂ خلافت ١٥/-
٣۔ کیا وسیلہ جائز ہے؟ ٤/-
٤۔ اسلام کا نظریۂ امامت ١٠/-
٥۔ فرقہ وارانہ ناموں کا ثبوت نہیں ٨/-
٦۔ اللہ خدا نہیں ٥/-
٧۔ معرکۂ حق و باطل ٨/-
٨۔ کھڑے ہو کر کھانا، پینا خلافِ سنّت ہے ٨/-
٩۔ وسیلہ (قرآن مجید کی روشنی میں) ٥/-
١٠۔ مناظرہ (قرآن مجید کی روشنی میں) ٥/-
١١۔ مُہرِ جباریت (قرآن مجید کی روشنی میں) ٤/-
١٢۔ رویتِ ہلال (قرآن مجید، حدیث اور علمِ فلکیات کی روشنی میں) ٨/-
١٣۔ مشکل کشا (کلمۂ طیبہ کی تفسیر) ٢٥/-
١٤۔ تکبیر کا تکبّر ٤/-
١٥۔ جاء الحق ٤/-
١٦۔ اللہ کا داعی ٥/-
١٧۔ الیصالِ ثواب (قرآن مجید اور صحیح احادیث کی روشنی میں) ٢٥/-

شائع کردہ
مُسلِم کتاب گھر
C-١٤٨٥ بھنگوریہ ٹاؤن، عزیز آباد کراچی